

رسالة في اثبات وجود النبي في كل مكان

ہر مکان کا اجالا ہماری

ترجمہ
مفتی محمد خان قادری

تصنیف
امام حسین بن محمد شافعی المتوفی ۹۶۶ھ

جامعہ اسلامیہ لاہور

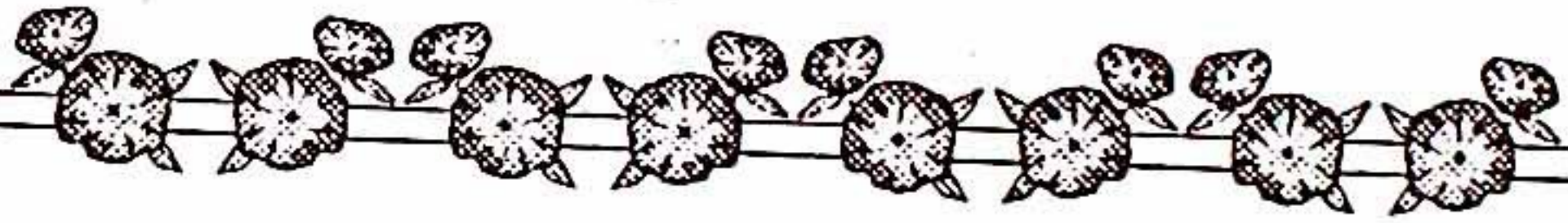
1- فصیح روڈ اسلامیہ پارک لاہور فون: 7594003

Handwritten text in Urdu script, enclosed in a rectangular border. The text is faint and appears to be bleed-through from the reverse side of the page.

Handwritten blue ink mark or symbol, resembling a stylized '3' or a similar character, located on the right side of the page.

رسالۃ فی اثبات وجود البتہ فی ظل سلطان

ہر مکان کا اجداد ہماری



تصنیف

امام حسین بن محمد شافعی الممتونی ۹۶۶ھ

ترجمہ

مفتی محمد خان قادری

جامعہ اسلامیہ لاہور

1- فیض روڈ اسلامیہ پارک لاہور فون: 7594003

نام کتاب ----- رسالہ فی اثبات وجود النبیؐ
فی کل مکان

تصنیف ----- امام حسین بن محمد اشاعری
المتوفی ۹۴۶

اردو نام ----- ہر مکان کا اُجالا ہمارا نبیؐ

ترجمہ ----- مفتی محمد خاں قادری

ناشر ----- عالمی دعوتِ اسلامیہ

طابع ----- سہیل لطیف

297.4

ش 15 8

141393

انتساب

اپنی اس ادنیٰ کاوش کو سلطان العارفین برہان الواصلین
مضرت سلطان بالقرہ سے منسوب کرتا ہوں۔

- جن کی کیمیا اثر توجہات نے ہر لمحہ مردہ دلوں کو حیات نو عطا کی
- جن کی حکمرانی آج بھی دلوں پر قائم ہے اور تا ابد رہے گی۔

مظفر اوری

خاک راہ اولیاء

محمد خان قادری

الْبَاهِرِ فِي حُكْمِ النَّبِيِّ ﷺ بِالْبَاطِنِ وَالظَّاهِرِ

حُضُورِ كُنُوزِ كَمَرَانِ

ظَاهِرِ وَبَاطِنِ

تصنيف

امام جلال الدين سيوطي

ترجمہ

علامہ محمد اکبر علی خان قادری

عالمی دعوت اسلامیہ

۱۔ فصیح روڈ اسلامیہ پارک لاہور۔ فون: ۳۰۳۰۰۳، ۴۵۹۲۰۶

فہرست

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۷	انتساب ابتدائیہ	
۱۲	ہر عالم کا حال دوسرے عالم سے مختلف ہے	۱-
۱۲	حیات - دنیوی - برزخی - اور اخروی	۲-
	موت فنا نہیں بلکہ دنیا اور آخرت کے	۳-
۱۲	درمیان پر وہ ہے	
۱۶	نبی کا وسیلہ کام آگیا	۴-
۱۸	جب دست رحمت مزار سے ظاہر ہوا	۵-
۱۸	مذکورہ اشکال کا حدیث میں جواب	۶-
۱۹	اختیار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	۷-
۲۰	تو زندہ ہے واللہ	۸-
۲۱	ہر مکان کا اجالا ہمارا نبی	۹-
۲۲	کون کس پر حجت ہے	۱۰-

۲۲	ایسی دلیل جس پر تمام اہل علم متفق ہیں	-۱۱
۲۳	قبر میں لفظ ہذا سے سوال	-۱۲
۲۳	بعض اہل علم کا رد	-۱۳
۲۵	دلائل عقلیہ قطعیہ	-۱۴
۲۵	روح کائنات حضور ہیں	-۱۵
۲۵	اولیاء کاملین کے مشاہدات	-۱۶
۲۶	ہر گل میں ہر شجر میں محمدؐ کا نور ہے	-۱۷
۲۶	اسی سعادت بزور بازو نیست	-۱۸
۲۷	امام ابو العباس کا قول	-۱۹
۲۸	ساری کائنات عزرائیل کے سامنے	-۲۰
۲۹	قبر میں نکیرین	-۲۱
۲۹	جنت کہاں اور جہنم کہاں؟	-۲۲
۲۹	نکیرین جس ذات کے بارے میں سوال کرتے ہیں	-۲۳
	اس کا درجہ کیا ہو گا؟	
۳۰	سارے اونچوں سے اونچا ہمارا نبی ﷺ	-۲۴
۳۱	مصطفیٰ کی سماعت پہ لاکھوں سلام	-۲۵
۳۱	ایک دن آئیں گے سرکار قضا سے پہلے	-۲۶
۳۲	اہل ایمان کی ارواح مازون ہوتی ہے	-۲۷
۳۳	انبیاء حج و عمرہ کرتے ہیں	-۲۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ابتدائیہ

مفتی محمد خاں قادری

مولانا ممتاز احمد سیدی بن علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی جب سے جامعہ ازہر مصر گئے ہیں وہاں سے نہایت ہی علمی مواد ہمیں ارسال کر رہے ہیں۔ اس ذخیرہ علمی میں ایک کتاب ”رسالہ فی اثبات وجود النبی فی کل مکان“ بھی آئی جسے استاذی المکرم قبلہ شرف صاحب مدظلہ نے ترجمہ کے لیے بندہ کو عنایت فرمایا، کیونکہ بندہ کی ہمیشہ سے یہ خواہش و آرزو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کے کمالات و فضائل پر جو بھی مواد ملے، اسے شائع ہونا چاہیے۔ بحمد اللہ اس کتاب کا ترجمہ بھی اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے۔

زیر بحث مسئلہ پر امام یوسف بن اسماعیل نبھانی نے شیخ علی نور الدین حلبی صاحب السیرۃ الحلویۃ المتونی ۱۰۳۳ھ کے ایک رسالہ ”تعریف اہل الاسلام والایمان بان محمدا صلی اللہ لایخلو منه مکان ولا زمان“ (اہل اسلام اور ایمان کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ حضرت محمد ﷺ سے کوئی جگہ اور وقت خالی نہیں) کا ذکر کیا اور مکمل نقل کیا ہے یہ رسالہ جواہر البحار جلد ۳ کے ص ۱۱۱ تا ص ۱۲۵ پر محفوظ و موجود ہے۔ یہ رسالہ متعدد دفعہ مصر وغیرہ میں شیخ احمد مرسی نقشبندی کی تحقیق سے بھی شائع ہوا۔ انہوں نے امام نبھانی کے مطابق اسے امام حلبی کی ہی تصنیف قرار دیا۔ اب وہی رسالہ مصر سے شیخ عبدالرحمن حسن محمود کی تحقیق سے دارجوامع الکلم نے شائع کیا ہے۔ محقق مذکور کا کہنا یہ ہے کہ میں بھی یہی سمجھتا تھا کہ یہ رسالہ امام حلبی کا ہی ہے مگر

ہوایوں۔

میں جامعہ ازہر شریف کی لائبریری میں بعض رسائل تصوف خصوصاً شیخ اکبر محی الدین بن عربی کے بارے میں تلاش کر رہا تھا کیونکہ مجھے آپ سے اتنی لگن و محبت ہے جسے بیان نہیں کیا جاسکتا تو اچانک میری نظر اس رسالہ پر پڑی جس کا نام ”رسالہ فی اثبات وجود النبی فی کل مکان“ تھا میں بہت خوش ہوا۔ یہ سمجھتے ہوئے نقل کر لیا کہ یہ رسالہ مذکورہ رسالہ (امام حلبی) کے علاوہ اور نئی چیز ہے۔

كنت ابحث في مكتبة الازهر الشريف عن بعض رسائل في التصوف خصوصاً مايتعلق بالشيخ الاكبر محي الدين بن عربي فاني احبه جدا لا يوصف فعثرت على رسالة عنوانها ”رسالة في اثبات وجود النبي صلى الله عليه في كل مكان ففرحت بها و نسختها على زعم انها شئ جديد غير الرسالة التي زكرتها انفا

لیکن جب میں نے مخطوطہ کا آخر دیکھا تو اس پر یہ کلمات تھے۔

تمت علی ید کاتبہ الحقیق
الفقیر حسین بن محمد
الشافعی غفر اللہ له و لمن قرأه
فیہ
یہ کتاب حقیر فقیر حسین بن محمد شافعی کے ہاتھ پر مکمل ہوئی ہے اللہ تعالیٰ اسے اور اس کے قارئین پر رحم فرمائے۔

پھر میں نے دونوں رسائل کو ملایا تو ان کا حرف بحرف ایک تھا، اب تحقیق شروع کی کہ یہ رسالہ ان دونوں بزرگوں میں سے کس کا ہو سکتا ہے؟ تو اس رسالہ کے اندر سے مجھے ایک اہم دلیل ملی جو واضح کرتی ہے کہ یہ رسالہ امام حلبی کا نہیں بلکہ امام حسین بن محمد شافعی کا ہے کیونکہ مصنف نے اس میں بار بار اپنے شیخ کا ذکر کیا ہے جن کا اسم گرامی امام نور الدین الثونی ہے ان کا وصال ۹۳۴ھ ہے حالانکہ شیخ علی نور الدین حلبی کا سال ولادت ۹۷۵ھ اور وصال

۱۰۴۴ھ ہے، محقق کے الفاظ پڑھئے۔

فتاكدت ان هذه الرسالة لسيت
للعلامة نور الدين الحلبي رحمة
الله وانما هي لشخص آخر هو
تلميذ من تلامذة الشيخ علي
نور الدين الشونى رحمه الله ذلك
لان الشيخ علي نور الدين
الشونى توفى عام ۹۴۴ و ولد
العلامة علي نور الدين الحلبي
عام ۹۷۵ وتوفى ۱۰۴۴ فكيف
يجتمع شخص مات قبل ميلاده
بواحد و ثلاثين عاما

(مقدمہ ۱۰)

یہ بزرگ کون ہیں؟

امام حسین بن محمد الشافعی کون ہیں؟ اس بارے میں محقق خاموش ہے کیونکہ وہ
لکھتے ہیں، جو کتب تراجم میرے پاس تھیں ان میں تلاش بسیار کے باوجود ان کے بارے
میں کچھ معلوم نہ ہو سکا، اگر بعد میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مجھے ان کے بارے میں کچھ
ملا تو رسالہ کی آئندہ طباعت میں اسے ذکر کروں گا۔

ہم نے بھی اس سلسلہ میں مختلف اہل علم سے رجوع کیا مگر کامیابی نہ ہوئی۔
حضرت العلامة ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری مدظلہ سے اس معاملہ پر گفتگو ہوئی تو انہوں
نے اس پر جو تحقیق فرمائی وہ حسب ذیل ہے۔

اس مذکورہ بحث سے یہ بات پختہ ہو
جاتی ہے کہ یہ رسالہ علامہ نور الدین
حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا نہیں یہ
کیسی ایسے شخص کا ہے جو شیخ علی نور
الدین الشونى رحمۃ اللہ کے شاگرد
ہیں کیونکہ شیخ علی نور الدین الشونى کا
سال وصال ۹۴۴ھ ہے اور علامہ
حلبی کا سال ولادت ۹۷۵ھ اور
وصال ۱۰۴۴ھ ہے، یہ کیسے ممکن ہے
کہ ایک شخص اپنے سے اکتیس سال
پہلے وصال پانے والے کا شاگرد ہو۔

مصنف مذکور کے استاذ شیخ علی نور الدین الثونی کا سال وصال ۹۴۴ واضح کر رہا ہے کہ یہ بزرگ دسویں صدی ہجری کے ہیں غالباً یہ صاحب تاریخ الخمیس ہیں جن کا وصال ۹۶۶ ہجری ہے، اور ان کا نام امام حسین بن محمد الشافعی ہی ہے، ان کے علاوہ کسی اور بزرگ کا وصال ان سالوں میں نہیں ملتا۔ (معجم المؤلفین جلد ۴، ص ۷۷)

اہل علم کے استفادہ کے لیے اردو کے ساتھ عربی متن بھی شائع کیا جا رہا ہے۔ اس ترجمہ کا نام امام اہل محبت مولانا احمد رضا قادری کے ایک مصرعہ ”ہر مکان کا اجالا ہمارا نبی“ رکھا ہے جبکہ سلطان العلماء امام عز بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”بدایہ السؤل فی تنقیح الرسول“ کے اردو ترجمہ کا نام ”سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی“ طے کیا گیا ہے۔

نوٹ: امام سیوطی کی کتاب ”تنویر الحلک فی امکان رؤیة النبی والملک“ (خواب اور بیداری میں زیارت نبوی) کا ترجمہ علامہ فضل حنان سعیدی استاذ جامعہ اسلامیہ لاہور کر رہے ہیں جو عنقریب شائع ہو جائے گا۔

محتاج دعا

محمد خاں قادری

جامعہ اسلامیہ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہم اللہ ہی سے مدد کے طلب گار ہیں

تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے، جس کا قصد کرنے والا کبھی نامراد نہیں ہوا، بلکہ جس نے بھی طلب صادق کی، اس نے اسے ضرور پا لیا۔ وہ منکرین توحید کے غلط اقوال (مثلاً فرشتے اس کی بیٹیاں ہیں، بت اس کے شریک ہیں) سے نہایت ہی بلند و بالاتر ہے۔

صلوٰۃ و سلام ہو اس کے مقرب ترین نبی اور برگزیدہ بندے پر جن کا اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے، وہ نبی رحمت و رسول شفاعت ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی ذات اقدس پر، تمام انبیاء و مرسلین پر، تمام آسمان و زمین کے ملائکہ پر، آپ کی تمام آل، عزیز و اقارب، صحابہ اور تابعین پر رحمت و سلام کا نزول ہو۔

حمد و صلوة کے بعد

ہم سے زیر نظر موضوع اور مسئلہ کے بارے میں متعدد دفعہ پوچھا گیا، ہم نے اس کا جواب دیا، ان دنوں یہ مسئلہ پھر اٹھایا گیا ہے، لہذا ہم اس پر دوبارہ تحریر کر رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال : علماء امت کی اس بارے میں کیا رائے ہے، جو کتب و مجالس میں بیان کیا جاتا ہے کہ خیر الخلق سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے تمام کائنات بلند و پست معمور و مالا مال ہے۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں مقیم ہیں یا نہیں؟

اگر یہ کہو کہ آپ قبر انور میں مقیم ہیں تو پھر اس کلام کا کیا معنی کہ آپ کا وجود مسعود ہر مقام و وجود میں ہے۔ ہر وجود میں آپ کے موجود ہونے کا کیا مفہوم ہے؟
جواب : الحمد للہ! اے اللہ ہمیں خصوصی علم سے نواز دے اور صواب تک پہنچنے کے لیے راہنمائی فرما۔ (آمین)

اے ہمارے طلب صادق رکھنے والے بھائی اور دوست (اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر قسم کی بد عقیدگی کی بیماری سے محفوظ رکھے اور علوم معرفت سے سیراب فرمادے) اس سوال کا جواب سمجھنے سے پہلے تمہیدی گفتگو سے آگاہی نہایت ہی ضروری و لازم ہے۔

ہر عالم کا حال دوسرے عالم سے مختلف ہے

عوالم اور جہاں مختلف ہیں، انسان ماں کے رحم میں دار دنیا کی طرح نہیں ہوتا۔ رحم کی معمولی سی تنگی کو دنیا میں برداشت کرنا دشوار ہوتا ہے (حالانکہ رحم مادر میں انسان نو ماہ گزار کر آتا ہے) عالم فکر اس دنیا سے بھی بڑا وسیع ہے، کیونکہ جب انسان آنکھیں بند کر کے سوچتا ہے تو عالم نیند اس سے بھی بڑھ کر وسیع معلوم ہوتا ہے۔ اس میں روح ہر جگہ جا سکتا ہے۔ فرش سے لے کر عرش تک اس کی بلندی و رسائی ہو سکتی ہے۔

عالم برزخ، عالم نوم سے بھی کہیں آگے ہے۔ کیونکہ جب انسانی روح بدن (دنیا) سے جدا ہوتی ہے تو اسے قوت فرشتہ کے قریب طاقت حاصل ہو جاتی ہے۔ اسے اب دنیاوی قیود کے دائرہ میں رکھ کر دیکھنا و پرکھنا ہرگز صحیح نہیں رہتا۔ اس فرق کو سامنے رکھتے ہوئے جواب سنئے۔

جب روح انسانی کو قوت ملکی حاصل ہو سکتی ہے تو قوت جنی (جنات کی قوت) تو بطریق اولیٰ حاصل ہو سکتی ہے۔ جن بیک وقت مشرق و مغرب میں حاضر ہیں، اور جن کا حال یہ ہے کہ اسے بیک وقت مشرق و مغرب میں حاضر کیا جاسکتا ہے، مگر یہ انبیاء و اولیاء کی قوت و طاقت کے برابر نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ انبیاء و اولیاء کو زندگی اور وصال میں وہ قوت بطور انعام دی جاتی ہے کہ وہ ایسا کلام (وحی) کرتے ہیں، جو ان کی طاقت میں نہیں ہوتا اور وہ ایسا بوجھ اٹھا لیتے ہیں، جو ان کی طبائع کے مطابق نہیں ہوتا۔ اس عطاءئے قوت کا مقصد یہ ہے کہ وہ جن و انس کے تمام فضائل کے جامع ہو جائیں، بخلاف جن کے ان کی قوت فقط طبعی ہوتی ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ جن کا تمثل (اگر حجم ہو) محض خیال ہوتا ہے، اسے دیکھا نہیں جاسکتا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے۔

انہیرا کم ہو و قبیلہ من حیث لا ترونہم (سورۃ الاعراف، ۲۷)

ترجمہ: ”وہ اور اس کا قبیلہ تمہیں وہاں سے دیکھتا ہے جسے تم نہیں

دیکھتے۔“

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض اولیاء سے ملاقات اور اجتماع از قبیل خصوصیات ہے۔ حضرات انبیاء اور اولیاء میں یہ قوت ان کے شرف و بزرگی اور جنات میں یہ قوت ان کے شر کے سبب ہے۔

عالم حشر و نشر، عالم برزخ سے بھی وسیع ہے، عالم جنت و نار ان تمام مذکورہ عالمین سے کہیں بڑھ کر کشادہ و وسیع ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فضل، رحمت اور اس کا محیط علم ان تمام عوالم سے اتنے گنا وسیع ہے کہ ان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ

یہ عوالم جن اشیاء پر مشتمل ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کا ایک جز اور اس کی معلومات کے مقابل ایک ذرہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتے، مثلاً جنت، اللہ تعالیٰ سبحانہ کے پاس جو اجر و ثواب ہے، جنت اس کا ایک جز ہے۔ اس کے عتاب و سزا کے لیے دوزخ بھی ایک جز ہی ہے۔

حیات دنیوی، برزخی اور اخروی

اس بنیادی گفتگو سے یہ بات آشکار ہو گئی کہ حیات دنیوی، برزخ اور بہشت روح کے اعتبار سے تو ایک ہیں، لیکن قوت کے اعتبار سے مختلف ہیں، سب سے کم درجہ ادراک، تشکل، تصرف اور احاطہ کے اعتبار سے حیات دنیوی کا ہے۔ اوسط درجہ حیات برزخی کا ہے، کیونکہ بہت سے دنیا سے فوت ہونے والے وہاں حیات طیبه سے نوازے جاتے ہیں۔ (مثلاً انبیاء، شہدا اور صالحین) اور سب سے اعلیٰ درجہ حیات اخروی ابدی کا ہے۔

موت فنا نہیں، بلکہ دنیا اور آخرت کے درمیان پردہ ہے

علماء محققین امام قرطبی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ موت عدم محض نہیں، بلکہ ایک جہان سے دوسرے کی طرف انتقال اور اہل دنیا اور اہل برزخ کے درمیان حجاب ہے۔ اب میت اس حال پر نہیں رہتی، جو دنیا میں محسوس کیا جاتا تھا۔ یہ تمام اموات کا حال ہے۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ تمام ارواح لطیف ہیں، اجسام کی طرح ثقیف نہیں۔ اگر وہ پابند نہ ہوں اور انہیں اجازت ہو تو وہ جہاں چاہیں، وہاں کی سیر کرتے ہیں۔ اس درجہ و فضیلت میں امت مصطفوی دیگر تمام امتوں کی طرح ہے، لیکن ان کے ارواح کو تصرفات میں دوسروں کی نسبت ایسی خصوصیت و زیادتی حاصل ہے، جو کسی دوسرے کو حاصل نہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو اللہ تعالیٰ نے بے انتہا خصائص سے نوازا ہے۔ جب عام امت کا یہ معاملہ ہے تو علماء، عالمین اور اولیاء عارفین کا درجہ اس خصوصیت میں کہیں بلند ہوگا۔ پھر ان عرفا کے

ائمہ امام اعظم، امام شافعی اور امام مالک کے درجات کا کیا عالم ہوگا؟ اسی طرح اوپر جائیں، ان شخصیات کا درجہ کیا ہوگا، جنہوں نے براہ راست صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض پایا اور اب خود اس ہستی کے درجات و تصرفات کا عالم کیا ہوگا۔ امت کے لیے جو نبی شفاعت و رحمت ہی نہیں، بلکہ اولوالعزم رسولوں سے بھی بلند درجہ رکھتے ہیں۔ کیا آپ کے علم میں یہ بات نہیں ہے کہ منصب شفاعت آپ کا ہے یہ کسی اور کو حاصل نہیں۔ اگر کسی کو حاصل بھی ہوگا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ہوگا، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے رب کی اجازت سے شفاعت کریں گے۔ کیا آپ یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے صرف آپ کو ہی وسیلہ بنایا جاسکتا ہے، لیکن یہ بعض کا قول ہے۔ صحیح رائے یہ ہے کہ تمام انبیاء اور اولیاء سے تو سل کیا جاسکتا ہے۔ آپ کے علم میں یہ بھی ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ اور دیگر بعض انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں میں دیکھا اور ملاقات کی۔ یہ ملاقات اسی قوت کی بنا پر ہوئی جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی۔

علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی جو ہم سے ہمارے نفوس سے زیادہ قریب ہے، کیا وہ قبر انور میں مقیم ہے یا نہیں؟ تو امام سیوطی کی کتاب ”تنویر الحلق فی اسکان روضہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الملک“ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں نہیں چھوڑے جاتے۔ اسی کتاب میں ہے کہ امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء کو قبور میں چالیس راتوں تک نہیں چھوڑا جاتا، ہاں اللہ کی بارگاہ میں روز قیامت تک نماز ادا کرتے رہتے ہیں۔ اسی میں یہ بھی ہے کہ امام سفیان ثوری نے ”الجامع“ میں نقل کیا کہ ہمارے استاد نے حضرت سعید بن المسیب سے بیان کیا کہ کوئی نبی چالیس راتوں سے زائد قبر میں ٹھہرایا جاتا حتیٰ کہ انہیں اٹھایا جاتا۔ امام بیہقی لکھتے ہیں کہ

اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیگر انبیاء کی طرح ہی ہیں۔ میں کہتا ہوں آپ بلندی و رفعت میں دیگر انبیاء سے کہیں بلند و بالاتر ہیں۔ کتاب مذکور میں ہی ہے کہ امام عبدالرزاق مصنف میں ثوری سے، انہوں نے ابوالمقدام سے، انہوں نے حضرت سعید بن مسیب سے نقل کیا کہ کوئی نبی زمین میں چالیس رات سے زائد نہیں ٹھہرایا جاتا۔ اس میں ہے کہ امام الحرمین نے ”تاریخ“ میں، طبرانی نے ”کبیر“ میں اور ابو نعیم نے ”حلیہ“ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جس نبی کا بھی وصال ہوتا ہے، اسے چالیس دن قبر میں ٹھہرایا جاتا ہے۔“

اس میں یہ بھی ہے کہ امام الحرمین نے ”نہایہ“ میں اور امام رافعی نے ”الشرح“ میں روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے رب کے ہاں اس بات سے مکرم ہوں کہ مجھے قبر میں تین دن کے بعد چھوڑا جائے۔

امام الحرمین نے دو یوم سے زائد کے الفاظ نقل کیے ہیں۔ اس مقام پر یہ بھی ہے کہ ابوالحسن بن زعفرانی حنبلی نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی نبی کو قبر میں ادھا دن سے زائد نہیں رکھتا۔

میں کہتا ہوں ان مذکورہ احادیث میں بظاہر اشکال ہے۔ خصوصاً ان لوگوں کے لیے جو اس مفہوم کے بارے میں ہمیں سوال کرتے ہیں، جس پر یہ کتاب لکھی جا رہی ہے۔

درج ذیل نص ان اشکالات کا جواب دے رہی ہے جو مذکورہ کتاب میں بھی ہے اور حافظ ابن نعمان المغربی المتوفی ۶۸۳ھ کی ”مصباح الظلام فی المستغیث بسید الانام فی الیقظہ والمنام“ میں ہے

نبی کا وسیلہ کام آگیا ہے

”ایک اعرابی آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کا ارشاد

ہے اور آپ کی نازل کردہ کتاب میں ہے:

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاواک فاستغفروا لله و استغفرلهم

الرسول لوجدوا لله توابا رحیما (النساء ۶۴)

ترجمہ: (اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں، تو وہ آپ کی خدمت میں آئیں اور اللہ سے معافی مانگیں اور رسول ان کی سفارش کر دیں تو وہ اللہ کو تواب و رحیم پائیں گے)۔

میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور آپ کے پاس معافی کی سفارش کروانے کے لیے حاضر ہوں۔ امید کرتا ہوں، آپ میری سفارش فرمائیں گے۔ مزار اقدس سے آواز آئی اللہ تعالیٰ نے تجھے بخش دیا ہے۔

یہ نص صحیح اور مقبول اس بات پر صراحتاً دال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبرانور میں مقیم ہیں۔ اشکال ختم کرنے کے لیے حافظ سیوطی کی مذکورہ کتاب میں یہ واقعہ بھی ہے:

۱- سید نورالدین ایچی نے ریاض الجنۃ میں کھڑے ہو کر یوں سلام عرض کیا: السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تو جتنے لوگ وہاں حاضر تھے، ان سب نے یہ جواب سنا علیک السلام یا ولدی ”اے میرے بیٹے تم پر سلام ہو۔“

۲- شیخ ابوبکر (الدیار بکری) منوابعہ شریف میں حاضر تھے۔ عرض کیا، السلام علیک یا رسول اللہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انہیں سلام کا جواب عطا فرمایا۔

۳- ایک ہاشمی خاتون مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے در دولت پر رہتی تھی۔ بعض خدام نے اسے تکلیف پہنچائی۔ اس نے آپ کی بارگاہ اقدس میں شکایت کی تو مزار اقدس سے آواز آئی کیا تیرے سامنے میری سیرت نہیں، جس طرح میں نے صبر کیا، اسی طرح تو بھی صبر سے کام لے۔

جب دست رحمت مزار سے ظاہر ہوا

۴۔ شیخ احمد رفاعی (اللہ تعالیٰ ان کی برکات سے ہمیں نفع عطا فرمائے) جب حج پر گئے تو روضہ اقدس کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کناں ہوئے:

”جب دور تھا تو میں اپنی روح کو بھیجتا تھا کہ میری طرف سے آپ کی چوکھٹ کو بوسہ دے۔ اب ظاہری جسم کے ساتھ حاضر ہوں۔ اپنا دست اقدس عطا فرمائیے تاکہ بوسہ لے سکوں۔“

انہ صلی اللہ علیہ وسلم مدیدہ الشریفہ، فقبلہا و عادتہ

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست اقدس عطا فرمایا، انہوں نے چوما

پھر واپس لوٹا لیا)

اس طرح کے کئی دیگر واقعات اس کتاب سیوطی میں مذکور ہیں۔

مذکورہ اشکال کا حدیث میں جواب

حضور صلی اللہ علیہ نے فرمایا، میں نے معراج کی رات اپنے بھائی موسیٰ کو دیکھا وہ سرخ ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں نماز ادا کر رہے تھے۔

اس سے بھی تعجب والا واقعہ مورخین نے نقل کیا ہے کہ حضرت نوح السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کے جسم اقدس کو خوف طوفان کے وقت اپنے ساتھ کشتی میں رکھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں قرافہ کے مقام پر اور حضرت یوسف علیہ السلام مصر شہر میں الیقوم میں مدفون تھے، دونوں کو بیت المقدس کے پاس بلد خلیل میں منتقل کیا گیا، تاکہ ان دونوں کو ان کے آباء کے ساتھ جمع کر دیا جائے۔

حاصل یہ ہے کہ اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ ہر نبی اپنی قبر میں ہی رہتا ہے، اس کا وجود کسی اور جگہ نہیں ہو سکتا تو پھر مذکورہ احادیث پر سخت اشکال وارد ہو جائے گا اور یہ شان انبیاء علیہم السلام کے خلاف اور اس میں ایک نقص ہوگا، کیونکہ دیگر اموات چہ جائیکہ اصفیاء، اولیاء کی مثل ان کی قبور سے دور شہروں میں دکھائی دیے گئے ہیں اور اس امت میں یہ واقعہ تواتر سے ثابت ہیں کہ قطب وقت سید احمد

البدوی (جو بلاد کفار میں الخطاف کے نام سے مشہور تھے) کے وصال کے بعد قیدیوں کو انگریز نے انکے شہر مثلاً مصر منتقل کر دیا تو شیخ کی قبر پھر لوٹ آئی۔

اختیار نبوی

اس تمام گفتگو کو سامنے رکھتے ہوئے جو بات اللہ کی توفیق سے ہمیں سمجھ آئی ہے، وہ درج ذیل ہے:

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال مبارک کے بعد رضوان کی سب سے پاکیزہ ”فردوس جنت کے اعلیٰ درجہ اور مقام وسیلہ کی طرف ترتیب معقول کے مطابق منتقل کر دیا گیا اور وہ یہ ہے کہ پہلے آپ روضہ مبارک اور مزار عالی میں تشریف فرما ہوئے، پھر آپ کو وہ بلند مقام عطا کیا گیا، جو سب سے اعلیٰ درجہ ہے اور یہ وہ درجہ ہے، جس مقام پر تمام اولین و آخرین رشک کرتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اذن تام عطا فرما دیا کہ آپ آسمان و زمین خشکی و تری یا میدان و پہاڑ کے جس مقام پر بھی تشریف لے جانا چاہیں، تشریف لے جائیں۔

اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی قوت و اہلیت عنایت کر دی کہ مقام وسیلہ پر وصال سے لے کر قیامت کے بعد غیر محدود وقت تک اس طرح موجود رہیں کہ اگر کوئی نبی مرسل یا مقرب فرشتہ آپ کو پکارے تو آپ اس پر متوجہ ہوں۔ آپ اب جس طرح درجہ وسیلہ پر ہیں، اسی طرح حریم کبریا میں بھی ہے۔ اسی طرح مزار اقدس پر سلام عرض کرنے والا سامنے پائے گا، بلکہ آپ کا ہر طالب اپنے آپ کو مطلوب کے سامنے پائے گا، جیسا کہ متفکر اپنی فکر اور عارف اپنے لطیف سر میں آپ کو پائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو جس طرح حظیرہ قدس کے مقام تک لے جانے کے باوجود ان کی اجسام کی مثل و شیخ کو قبور میں رکھا ہے، تاکہ اہل زمین

ان سے انس حاصل کریں اور ان کا جسم مثالی جہاں جانا چاہے، جائے، ان پر کوئی رکاوٹ یا پابندی نہیں، قبر میں شج کے مقیم ہونے کا معنی صرف اتنا ہے کہ جب کوئی طالب، طلب صادق کرے تو انہیں پالے، اور اگر کوئی مٹی کھودے تو ان کی ذات کی زیارت کرے۔

اس بات کی مزید وضاحت عنقریب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے بھی ہوگی۔

تو زندہ ہے واللہ

حافظ سیوطی نے کتاب مذکور میں اکثر علماء کے وہ اقوال اور ان احادیث کا تذکرہ کیا، جو حالت نوم اور بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے امکان پر دال ہیں، اس کے بعد فرمایا ان تمام اقوال اور احادیث نے واضح کر دیا ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حی بجسدہ و روحہ وانہ یتصرف فی اقطار الارض و فی ملکوت و هو بیہیئہ التی کان علیہا قبل وفاتہ و لم یتبدل منہ شیء و انہ لغیب عن الابصار کما غیبت الملائکہ مع کونہم احياء باجسادہم۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جسم اور روح دونوں کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ تمام زمین اور ملکوت میں تصرف فرماتے ہیں اور آپ اسی حالت و کیفیت میں ہیں، جو وصال سے پہلے تھی، اس میں کسی قسم کا کوئی تغیر و تبدل واقع نہیں ہوا۔ آپ ہماری آنکھوں سے صرف غائب ہیں جیسے، ملائکہ حالانکہ وہ اجسام کے ساتھ زندہ ہیں۔“

جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، حجاب اٹھا کر آپ کی زیارت عطا فرماتا ہے اور دیکھنے والا آپ کو اسی حالت پر دیکھتا ہے، جس پر تھے۔ اس سے کوئی امر مانع نہیں اور نہ یہ تخصیص کرنے کی ضرورت ہے کہ مثال دکھائی دیتی ہے۔

ہر مکان کا اجالا ہمارا نبی

میں کہتا ہوں ہماری گفتگو بھی انشاء اللہ تعالیٰ امام سیوطی کی طرح ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی مرتبہ و مقام ہے کہ آپ کے جسد اطہر سے نہ کوئی زماں خالی ہے اور نہ مکان، نہ کوئی محل خالی ہے اور نہ کوئی امکان، نہ عرش و فرش نہ لوح و کرسی، نہ قلم نہ خشکی و تری، نہ پہاڑ و میدان، نہ برزخ و قبر خالی ہیں۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔ جس طرح عالم بالا آپ سے معمور ہے اسی طرح عالم اسفل اور عالم قبر بھی معمور ہے۔ آپ کو قبر میں مقیم، بیت اللہ کا طواف کرنے والا اور حرم کبریا میں بیک وقت پاؤں گے، کیونکہ درجہ وسیلہ پر قیام سے یہی کمال حاصل ہوتا ہے اور آپ کی مصروفیات کا دائرہ اور وسیع ہو جاتا ہے۔

کیا یہ بات مسلمہ نہیں کہ اقصائے مغرب میں بیداری یا نوم کی حالت میں دیدار کا شرف پانے والے ان لوگوں سے موافقت کر رہے ہوتے ہیں، جو بعینہ اسی گھڑی اقصائے مشرق میں یہی شرف پاتے ہیں۔ جب یہ دیدار حالت نوم ہوگا تو اس کا تعلق عالم خیال و مثال سے ہوگا اور جب حالت بیداری میں ہوگا تو یہ صفت جمال و جلال اور غایات کمال کے اعلیٰ درجہ پر ہوگا۔

جیسا کہ کسی نے کہا:

”اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کوئی مشکل نہیں کہ وہ تمام عالم کو ایک میں جمع

فرمادے۔“

سوال: یہاں یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ اس معاملہ میں تمہیں کوئی خصوصی اطلاع ہے یا اپنی طرف سے ہی کہہ رہے ہو؟ یہ حال متصور کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ کیسے مان لیا جائے کہ جسم واحد تمام مقامات پر ہو سکتا ہے؟

جواب: یاد رکھئے جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جھوٹ بولتا ہے، وہ جہنمی ہو جاتا ہے۔ العیاذ باللہ اور جو آپ کی شریعت میں کوئی بات اپنی طرف

سے کرتا ہے، وہ بھی مردود قرار پاتا ہے، جو کچھ ہم نے اپنے مدعی پر لکھا ہے، یہ خصوصی فیض والہام ہے۔ اس کی صحت پر انشاء اللہ تعالیٰ اہل فہم میں سے کوئی اس کا انکار نہیں کرے گا، ہاں شاز و نادر اہل وہم و ابہام میں سے کوئی منکر ہو سکتا ہے۔ جب دن کا وجود محتاج دلیل ہو جائے تو پھر کوئی بات بھی درست نہیں۔ جب تو چاند نہیں دیکھ رہا تو اتنا تو مان لے کہ لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

کون کس پر حجت ہے

صاحب علم جاہل کے لیے حجت ہے، صاحب فہم اس پر حجت ہوتا ہے، جو صاحب فہم نہ ہو۔ اسی طرح محفوظ رکھنے والا اس پر حجت بن جاتا ہے، جس کو حفظ نہ ہو۔ علاوہ ازیں ہمارے درمیان گفتگو نہایت احسن انداز میں رہنی چاہیے اور کوئی بات دلیل کے بغیر درست نہیں ہوتی اور اس مذکورہ مسئلہ پر تو دلائل صحیحہ، سمعیہ اور براہین قطعیہ موجود ہیں۔

۱۔ ایسی دلیل جس پر تمام اہل علم متفق ہیں

دلائل نقلیہ میں سے ایک دلیل یہ ہے، جسے مسلمہ مسانید صحیحہ نے نقل کیا اور تمام حفاظ حدیث اور تمام اہل ظاہر و باطن کے ہاں وہ ثابت ہے۔

انہ صلی اللہ لیلہ الاسراء ای اخاہ موسیٰ قالما یصلی فی قبرہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر انور میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، جب آپ بیت المقدس پہنچے، وہاں بھی انہیں استقبال کرنے والوں میں پایا، دیگر انبیاء کی طرح انہوں نے آپ کی اقتدا میں نماز ادا کی، پھر فراق ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم چوتھے یا چٹھے آسمان پر پہنچے تو وہاں پھر ملاقات ہو گئی۔

کیونکہ حدیث میں ہے کہ پہلے آسمان پر حضرت آدم، دوسرے پر حضرت عیسیٰ،

۱۹۱۳۹۳

تیسرے پر حضرت یوسف، چوتھے میں حضرت ادریس، پانچویں پر حضرت ہارون، چھٹے پر حضرت موسیٰ اور ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ ایک روایت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چوتھے آسمان پر بھی ملاقات کا ذکر ہے، تو دونوں جگہ ملاقات ماننے میں بھی حرج نہیں۔ جب یہ شان و مقام سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ہے، جن کا مرتبہ حضور جیسا نہیں، تو ہمارے نبی تو ہر مقام پر تشریف فرما ہوں گے۔ آپ کا مزار اقدس میں تشریف فرما ہونا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ اعلیٰ، افضل اور احق ہوگا۔ یہ اس موجودگی کی طرح ہے، جو چھٹے آسمان پر تھی، حالانکہ آپ صلی اللہ صلی اللہ نے بیت المقدس اور قبر میں دیکھا تھا۔

لیکن تمام کائنات کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے معمور اور مالا مال ہونا آپ ہی کا خاصہ ہے، جو حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء کو حاصل نہیں، کیونکہ ہمارے نبی معراج کی رات اس مقام تک بلند و قریب ہوئے، جس کے ایک قدم کو بھی کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل نہیں پا سکتا۔ اس لیے تمام فرشتوں کا سربراہ سدرة المنتہی پر پہنچ کر یہ کہتے ہوئے رک جاتا ہے۔

وما بنا الا لہ مقام معلوم (سورۃ الصافات، ۶۳)

”ہم میں سے ہر ایک کا مقام متعین ہے“

سیدنا ابراہیم علیہ السلام، ساتویں آسمان، سیدنا موسیٰ علیہ السلام چوتھے یا چھٹے آسمان پر رہ گئے۔

۲۔ قبر میں لفظ ہذا سے سوال

ہمارے مدعی پر ایک نہایت ہی واضح دلیل یہ بھی ہے، جسے تمام مسانید صحیحہ نے نقل کیا اور امام المحدثین امام بخاری نے بھی اسے ثابت رکھا، وہ یہ ہے کہ قبر میں فرشتے میت سے ان الفاظ میں سوال کریں گے۔

ما تقول فی هذا الرجل

”اس ذات اقدس کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟“

اور اسم اشارہ کے بارے میں مسلمہ ضابطہ ہے۔

لا یشاہدہ الا حاضر

(اس کے ساتھ جس کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہوتا ہے، اس کا سامنے ہونا

ضروری ہے)

یہی اس کا حقیقی مفہوم و معنی ہے

بعض اہل علم کا رو

بعض اہل علم کا یہ کہنا، یہاں اشارہ خارجی نہیں بلکہ ذہنی مراد ہے، ہرگز

درست نہیں۔ کیونکہ یہاں اسم اشارہ کے اصلی اور حقیقی معنی سے اعراض و عدول کی

کوئی وجہ ہی نہیں۔ لہذا یہاں بلا قیل و قال یہ تسلیم کرنا ضروری و واجب ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسد اطہر سے وہاں جلوہ افروز ہوتے ہیں۔

مذکورہ دونوں دلائل نقلیہ ایسے ہیں، جنہیں ہر وہ شخص قبول کرے گا، جو سلیم الفطرت، سلیم العقل اور سلیم التیت ہوگا۔

دلائل عقلیہ قطعیہ

اب دلائل عقیدہ قطعیہ کا ذکر ہوگا، ان کے بعد ہر وہ شخص مذکورہ عقیدہ تسلیم کرے گا، جس میں کچھ انسانیت ہوگی۔

روح کائنات حضور ہیں

۱- آپ ہر موجود کی روح میں ہیں اور کوئی موجود روح سے خالی نہیں ہو سکتا۔

اس بارے میں کوئی بھی اختلاف نہیں کر سکتا کہ

انہ صلی اللہ علیہ وسلم روح الوجود

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وجود کی روح ہیں۔

آپ بتائیے کیا آج تک کسی نے یہ کہا ہے کہ حیات کے ہوتے ہوئے بدن کا

کوئی جز روح سے خالی ہوتا ہے، تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عوالم علویہ اور

سفلیہ کی ہر شئی کا روح ہونا مسلم ہے تو اب اس بات کو بھی تسلیم کرنا ضروری ہے کہ

ان جہانوں کا کوئی جز آپ کے جسد اطہر اور روح انور سے خالی نہیں۔

۲- اولیاء کاملین کے مشاہدات

دلائل میں سے ایک دلیل اولیاء کاملین کے مشاہدات بھی ہیں، امام سیوطی

اور دیگر اہل علم نے عارف باللہ ابوالعباس البطنی کے بارے میں نقل کیا کہ:

”میں استاذ احمد رفاعی کی خدمت میں تعلیم سلوک کے لیے حاضر ہوا، آپ

نے فرمایا:

هل عرفتم رسول الله صلى الله عليه وسلم

کیا آپ رسول اللہ کو پہچانتے ہیں۔

تم اپنے شیخ عبدالرحیم القناوی کے پاس جاؤ، تاکہ وہ تمہیں یہ معرفت کرواتیں۔ میں اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا، فرمایا، 'بیت المقدس چلے جاؤ وہاں معاملہ کھل جائے گا۔ جب میں بیت المقدس پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے پردہ ختم کر دیا۔'

ہر گل میں ہر شجر میں محمدؐ کا نور ہے

فرايت النبي صلى الله عليه وآله وسلم من السموات والارض والعرش
والكرسى ومن سائر اقطار والاكوان

میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حال میں زیارت کی کہ آسمان، زمین، عرش، کرسی اور تمام عالم و کائنات آپ سے معمور تھی۔

ایک اہم دلیل یہ بھی ہے کہ اولیاء عارفین کاملین اکثر طور پر نیند اور بیداری دونوں حالتوں میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کا شرف پاتے ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

شیخ عارف باللہ خلیفہ بن موسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف ملاقات پاتے، حتیٰ کہ ایک رات سترہ دفعہ زیارت نصیب ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، 'اے خلیفہ ہماری وجہ سے تھک نہ جانا۔ بہت سے اولیاء ہمارے دیدار کی حسرت لیے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے۔'

میں کہتا ہوں، 'حجاب ہماری طرف سے ہے۔۔۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نہیں۔ یہی وجہ ہے جب بندہ کی روح جسم سے جدا ہوتی ہے تو خواہ نیند کے ساتھ ہو اور وہ اپنی آنکھیں بند کرتا ہے تو آپ کی زیارت کا شرف پاتا ہے بشرطیکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر میں لکھا ہو اور جب بندہ نفس کی خواہشات کو نہ

مان کر اسے ختم کر دیتا ہے، تو پھر بھی نیند اور بیداری میں اس امتی اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان حجاب و پردہ ختم ہو جاتا ہے۔

ہمارے استاذ شیخ نور الدین الشونی جامعہ ازہر میں درود و سلام کی محفل میں حالت بیداری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف پاتے۔ اس کی علامت یہ ہوتی کہ آپ اس وقت ادبا "کھڑے ہو جاتے اور تمام اجتماع بھی قیام کرتا بعض دفعہ رات کے آخر حصہ میں، بعض دفعہ نصف رات کو اور بعض دفعہ ابتداء مجلس میں ہی دیدار ہو جاتا۔ صبح تک شیخ حالت قیام میں رہتے۔ باب زھومہ کے مقام سیوفیہ پر اپنی خلوت میں دن رات آپ کی ملاقات کا شرف پاتے۔

امام ابو العباس المرسی کا قول

امام ابو العباس المرسی فرماتے ہیں:

لو حجبت عن رویتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم طرفہ عین ما عدت نفسی

من المسلمین

(اگر میں ایک گھڑی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ دیکھوں تو اس میں اپنے آپ کو حالت اسلام میں شمار نہیں کرتا) اس بارے میں اتنے واقعات ہیں کہ انہیں نہ تو شمار کیا جا سکتا ہے، اور نہ ہی وہ بیان کے محتاج ہیں، بلکہ امت مسلمہ میں وہ معروف و مشہور ہیں۔ ان میں سے کچھ واقعات امام سیوطی کی کتاب "تنویر الملک" میں ملاحظہ کیجئے، جو اس موضوع پر عظیم کتاب ہے۔

ایک اہم دلیل وجود ابدال بھی ہے کہ ان میں سے ایک وہ بدلنے کی وجہ سے ہے کہ وہ خود کہیں سفر کر جاتا ہے اور اپنی جگہ اپنی صورت میں کسی شخص کو چھوڑ جاتا ہے۔ قضیب البان کا واقعہ اس پر شاہد ہے۔

میں کہتا ہوں ابدال کا مقام یہ ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہزار بار

امثال کیوں نہیں اختیار کر سکتے؟

نقل صحیح سے یہ ثابت ہے کہ شیخ تاج الدین بن عطا اللہ سکندوی رضی اللہ عنہ صاحب کتاب الحکم اور کتاب التنویر کا ایک مرید حج پر گیا، وہ جس مقام پر بھی جاتا مثلاً حرم کعبہ، منی، عرفات اور مزدلفہ وہاں ہی شیخ کو پاتا، جب ان سے ملنے کے لیے بڑھتا تو وہ غائب ہو جاتے۔ مرید نے واپس مصر لوٹ کر شیخ کے بارے میں پوچھا، تو لوگوں نے بتایا خیریت سے ہیں، شیخ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا، کیا تو نے فلاں فلاں جگہ ایسے دیکھا تھا۔ عرض کیا ہاں

ایک اہم دلیل معقولی یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بلند مقام پر رکھا ہے، جیسے چاند، تو اسے جب کوئی مشرق سے دیکھتا ہے، مغرب میں بھی ویسا ہی دکھائی دیتا ہے، وہ ایک ہے مگر اس کی روشنی سے تمام کائنات مالا مال ہے۔ اسی طرح سورج کی ٹکیہ اور اسکی شعائیں، ستارے انہیں زمین پر رہنے والے برابر طور پر دیکھتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنے بلند مقام پر رکھا ہے، جو اسی بات کا تقاضا کرتا ہے، اس میں کون سی عجیب بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور مدینہ میں ہونے کے باوجود اس کا معاملہ بھی اسی طرح ہو اور اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ غیر طیبہ میں آپ کا جسم مثالی دکھائی دے۔ بشرطیکہ دل کا ایسا اندھانہ ہو کہ اسے کوئی شئی دکھائی ہی نہ دیتی ہو اور کسی شئی کو ماننا ہی نہ ہو، جیسا کہ ظاہری نابینا سورج، چاند اور ستارے کو نہیں دیکھتا، حالانکہ وہ سب پر سب سے روشن و واضح ہیں، ہم نے اپنی ایک نظم میں کہا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اقدس تمام کائنات میں اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں قبر انور میں تشریف فرما ہیں، جیسا کہ آسمانی چاند ہے اس کی روشنی سے مشرق و مغرب روشن ہیں۔

ساری کائنات عزرائیل کے سامنے

ایک اہم دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام عوالم علویہ اور سفلیہ کو حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کو عزرائیل علیہ السلام کے سامنے کر دیا ہے، کیونکہ حضرت عزرائیل سے پوچھا گیا تم بیک وقت ایسے دو آدمیوں کی روح کس طرح قبض کرتے ہو، حالانکہ ان میں سے ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہوتا ہے، تو انہوں نے فرمایا:

ان اللہ تعالیٰ قد زوی لی الدنيا بجمع اکوانها فجعلها بین یدی کالقصدہ

بین یدی الاکل اتناول منها ماشئت

(اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کو میرے سامنے اس برتن کی مانند بنا دیا ہے، جو

کھانے والے کے سامنے ہوتا ہے، میں جہاں چاہوں گرفت کروں۔)

قبر میں نکیرین

ایک اہم دلیل یہ بھی ہے کہ برزخ کے معاملات کو دوسرے جہاں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، آپ یہ جانتے ہیں کہ تنگی قبر کے باوجود وہاں نکیرین کیسے آجاتے ہیں؟ اور کیسے چلے جاتے ہیں؟ اور بیک وقت کئی اموات سے کیسے سوال کرتے ہیں، حالانکہ ان میں سے ایک مشرق اور دوسرا مغرب میں فوت ہوتا ہے۔

جنت کہاں اور جہنم کہاں؟

اور یہ بھی قابل توجہ ہے کہ ایک انگلی کے ساتھ قبر میں جنت کا یا جہنم کا دروازہ کھول دیتے ہیں، حالانکہ جنت سدرۃ المنتہی کے پاس ہے اور دوزخ نمکین سمندر کے نیچے ہے۔ (جسے اللہ ہی جانتا ہے۔)

نکیرین جس ذات کے بارے میں سوال کرتے ہیں اس کا درجہ کیا ہوگا؟

الغرض اللہ تعالیٰ، رب، حکمت والا، حلیم، قادر، بلند اور عظیم ہے۔ یہ بات

اس کی قدرت میں ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ طاقت بھی عطا فرمائے جو

اس نے منکر نکیر اور ملک الموت کو عطا کر رکھی ہے، اور اس سے بھی زیادہ کیونکہ ان کا مقام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالیقین نیچے ہے، اس لیے کہ وہ تو میت سے آپ ہی کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ ان تمام معلومات کے بعد جو منکر ہے، وہ سخت گمراہی میں ہے جیسا کہ فلاسفہ گمراہ ہوئے، انہوں نے بعض اموات کی ناف میں پارہ رکھ دیا کہ جب ملائکہ اسے اٹھا کر بہائیں تو یہ بہہ جائے گا، لیکن جب انہوں نے بعد میں قبر کو کھودا تو وہ بہا ہوا نہ تھا۔ ہم نے ایک اپنی نظم میں لکھا ہے جس کا عنوان ”خیر الوری محمد الشفیع“ ہے۔

سارے اونچوں سے اونچا ہمارا نبی

جب تو چاہے کہ میں ایک ایسی ذات کو پاؤں جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تمام عوالم کو جمع فرما دیا ہے۔

وہ نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے، انہی کی طرف دیکھ انہیں سے مانگ، تیری آنکھیں، کان اور دماغ ان سے سیر ہوگا۔
تیری آنکھوں نے ایسا کبھی نہیں دیکھا ہوگا، نہ ہی کانوں نے سنا ہوگا، نہ کسی منہ نے ایسے کی تعریف کی ہوگی۔

اتنے بلند کہ تمام بلندیاں اور عروج ان کے سامنے پست ہے، ان کی بلندی کیسے بیان ہو جو تمام انبیاء سے اسقدر بلند ہیں کہ اس بلندی کو کسی آسمان کی بلندی نہیں پہنچ پاتی۔

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مرتبہ کے لیے تمام لوگوں کی مدح قاصر ہے حتیٰ کہ آپ تمام جہان والوں کی مدح سے بالا تر ہیں۔
اب تک یہ بات آشکار ہو گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جسد اطہر اور روح انور کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ کے وجود سے کوئی زمان، مکان، زمانہ اور وقت خالی نہیں۔

مصطفیٰ کی سماعت پہ لاکھوں سلام

ولی کامل عارف باللہ شیخ عبدالعزیز الدیرینی کے بارے میں منقول ہے کہ جب آپ دیرین میں سجادہ نشین ہوئے تو کچھ خاندانی لوگوں نے اعتراض اٹھایا۔ تمام اہل بلاد کا اس پہ اتفاق ہوا کہ نماز جمعہ کے بعد شیخ عبدالعزیز سمیت تمام سادات اپنے جد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دیں اور جس کا جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائیں، سجادگی اس کا حق ہوگا۔ تمام اہل علم و شرف اور عوام جمع ہو گئے۔ شیخ نے دوسرے سادات کو کہا پہلے تم عرض کرو۔ ہر ایک نے یہ کلمات عرض کیے: یا جدی یا رسول اللہ مگر کسی کو جواب عطا نہ ہوا۔ اس کے بعد شیخ عبدالعزیز نے عرض کیا یا سیدی یا رسول اللہ۔ بس عرض کرنے کی دیر تھی، تمام لوگوں نے یہ جواب سنا لیک یا عبدالعزیز۔

ایک جماعت نے یہ بھی نقل کیا کہ شیخ عبدالعزیز کے ساتھ قطار میں جو آدمی تھے، انہوں نے جواب سنا مگر پچھلے نہ سن سکے۔ لہذا تین دفعہ عرض کیا تو تینوں دفعہ جواب عنایت ہوا۔ قارئین غور کیجئے آپ کا جسد اطہر طیبہ میں ہے مگر اس کا اتصال شہر دیرین کے ساتھ کتنا ہے۔ اسی طرح کائنات کا ہر گوشہ آپ سے متصل ہے۔ ہمارے شیخ نور الدین الشونی جو شب و روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں درود و سلام عرض کرتے ہیں، ان کو نیند و بیداری دونوں حالتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کثرت کے ساتھ شرف ملاقات نصیب ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

ایک دن آئیں گے سرکار قضا سے پہلے

مسانید صحیحہ را حجہ میں بخاری و مسلم اور ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے حالت نیند میں میری زیارت کا شرف پایا، وہ مجھے عنقریب حالت بیداری میں دیکھے گا اور شیطان

ہرگز میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ طبرانی نے اسی طرح کی روایت حضرت مالک بن عبداللہ شعمی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے اور امام دارمی نے بھی حضرت ابوقتاہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کی ہے۔

یہ حدیث بہت بڑی خوشخبری پر مشتمل ہے کہ جس امتی نے حالت نیند میں دیدار کیا، وہ ان شاء اللہ تعالیٰ بیداری میں بھی آپ کی زیارت اور سلام عرض کرنے کا شرف پائے گا۔ خواہ موت سے تھوڑا پہلے کیوں نہ ہو، اور وہ وقت مشکل ترین ہوتا ہے۔

دم آخر مجھے آقا کی زیارت ہوگی

ایک دن آئیں گے سرکار قضا سے پہلے

علاوہ ازیں سلف و خلف میں سے بہت سے اہل معرفت نے بیداری میں دیدار کا شرف پایا اور آپ سے مختلف دینی اور دنیوی معاملات کے بارے میں عرض کیا۔ بعض سے آپ نے منع فرمایا اور بعض کو بجالانے کا حکم دیا۔ جو فوائد و نقصانات آپ نے بیان فرمائے من و عن اسی طرح ہوا۔ امام سیوطی نے مذکورہ کتاب میں کچھ ذکر کیا ہے۔ اس کا مطالعہ کیجئے۔

اہل ایمان کی ارواح مازون ہوتی ہیں

یہ مسئلہ بھی مسلمہ ہے کہ اہل ایمان کی ارواح کو اس بات کی اجازت ہوتی ہے کہ وہ جنت میں، آسمانوں پر، قبور میں، اپنے اجسام میں یا قبور کے بالمقابل آسمان یا دنیا میں رہیں۔ مومن میت اپنے زائر اور سلام کہنے والے کو پہچانتی ہے اور اذن اللہ سے اس کا جواب بھی دیتی ہے اور میت کی اس معرفت میں جمعہ کی رات اضافہ ہو جاتا ہے اور یہ ملاقات و زیارت ہفتہ کی صبح تک جاری رہتی ہے۔ اولیاء اصفیاء کو عام مسلمانوں سے زیادہ معرفت حاصل ہوتی ہے۔ پھر علماء عالمین، شہداء، صحابہ اور آل بیت کو ان سے بھی بڑھ کر خصوصی طور پر یہ مقام ملتا ہے۔

انبیاء حج و عمرہ کرتے ہیں

تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اشکال اور ارواح کے ساتھ کائنات میں تشریف فرما ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے، وہ حج و عمرہ کرتے ہیں جیسا کہ وہ اس دنیوی زندگی میں کیا کرتے تھے۔ (یہ مقام تو دیگر حضرات کا ہے) حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عوالم علویہ و سفلیہ کا گوشہ گوشہ معمور و مالا مال ہے۔ کیونکہ آپ تمام بندوں اور عابدوں سے افضل ہیں اور تمام کائنات اپنے مشتملات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی نگاہ میں ہے۔

سوال : آپ نے بہت عمدہ جواب دیا ہے لیکن ایک اور سوال وارد ہوتا ہے جس کا جواب نہایت ہی ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس کے پاس ایک فرشتہ کی ڈیوٹی لگا رکھی ہے کہ وہ درود و سلام عرض کرنے والوں کا درود و سلام آپ کی خدمت اقدس میں پیش کرے۔ ہاں جمعہ کی رات اور دن کو آپ خود سنتے ہیں اور جواب عنایت فرماتے ہیں۔ جب آپ ہر جگہ اور زمانہ میں موجود ہیں یا آپ کو مزار اقدس سے اٹھایا گیا تو مقرر فرشتہ کی کیا ضرورت ہے؟

جواب : اللہ کی توفیق سے یہ ہے آپ سابقہ گفتگو سے اس بات سے آگاہ ہو چکے کہ تمام کائنات آپ سے معمور ہے۔ اس طرح مزار اقدس بھی جب کہ اسے دیگر مقامات سے یہ خصوصیت حاصل ہے کہ وہ آپ کا مدفن بنا۔ اسی وجہ سے اسے تمام مقامات سے فضیلت و عزت حاصل ہو گئی جس طرح بادشاہ کے لیے محل اور تخت ہوتا ہے، اس طرح مزار عالی آپ کا محل اور تخت ہے اس لیے محل خدمت بھی وہی ہوگا۔ انسان خدام محض ظاہر خدمت کرتے ہیں لیکن ملائکہ ظاہر و باطناً خدام ہیں اور درود و سلام کا پیش کرنا بطور احترام و خدمت ہے۔ اگر کوئی اس مسافت کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہمارے سلام کے درمیان رکاوٹ اور حجاب مانتا ہے تو

اس پر اعتراض ضرور وارد ہوگا۔ کہ قبر انور اور مقدس جالیاں وغیرہ بھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع میں رکاوٹ بنی چاہئیں۔ حالانکہ انہیں کوئی رکاوٹ نہیں مانتا۔

تو یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ وہاں فرشتہ کا تقرر (عدم سماع کے لیے نہیں) بلکہ ادا خدمت اور تعظیم و حرمت کے لیے ہے۔ اس میں جمعہ کی رات و دن کی فضیلت بھی ہے کہ اس رات اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پہ علم و ادراک میں اور اضافہ فرمادیتا ہے۔ فرشتوں کے تقرر میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ آپ کے جسد اطہر سے متصل مقام، محل زیارت بنا رہے۔ حدیث میں ہے جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی، اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔ اس میں اس بات پر تصریح اور اطلاع ہے کہ آپ کی بارگاہ کی حاضری صرف اسے نصیب ہوگی جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی خصوصی نوازشات، رحمتوں اور بلند درجات سے نوازا ہے۔ جیسا کہ ہمارے استاذ شیخ نور الدین الشونی رحمۃ اللہ تبارک و تعالیٰ کو حاصل ہے جو صبح و شام اور دن رات آپ کی خدمت اقدس میں درود و سلام عرض کرتے رہتے ہیں۔

اسی طرح معاملہ ہے اس عمل کا کہ ملائکہ نبی رحمت و شفاعت کی بارگاہ اقدس میں صبح و شام اعمال امت پیش کرتے ہیں۔

یہ بھی آپ پر مخفی ہونے کی وجہ سے نہیں کرتے بلکہ حق خدمت کی ادائیگی اور فرشتوں کی بھی گواہی کے لیے تاکہ اظہار و عدل اور اقامت حجت ہو، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شاحد ہیں اور اللہ تعالیٰ شہید و نگہبان ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے صادر ہونے والے تمام معاملات سے آگاہ ہے مگر اس نے کرانا کا تبیین فرشتوں کا تقرر فرمایا ہوا ہے۔ دلائل نقلیہ اور عقلیہ میں سے ایک اہم دلیل آپ کے حاضر و موجود ہونے کی یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اعمال امت (خواہ خیر ہوں یا شر) پر شاحد بنایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يا ايها النبي انا ارسلناك شاهدا و مبشرا و نذيرا (الاحزاب)

(اے نبی ہم نے آپ کو شاهد، بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے) شاہد کے لیے مشود علیہ (جس پر گواہی ہو) کے پاس موجود ہونا اور مشود الیہ کے لیے ناظر ہونا نہایت ہی ضروری ہوتا ہے۔ اس سے واضح ہو گیا کہ تمام کائنات آپ سے مالا مال ہے اور ہر مکان میں حاضر ہیں۔

سوال: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فكيف اذا جئنا من كل امة بشهيد (النساء، ۴۱)

(وہ کیسا سماں ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے)

دوسرے مقام پر فرمایا:

و كذلك جعلناكم امة وسطا لتكونوا شهدا على الناس ويكون

الرسول عليكم شهيدا (البقرہ، ۱۴۳)

تو ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ہر نبی اور امت کو اسی طرح حضور اور دیگر انبیاء کو بھی معاملہ گواہی میں برابر قرار دیا ہے (تو اس سے تمام امت اور ہر نبی کا ہر جگہ موجود ہونا لازم آتا ہے۔

جواب: اللہ کی توفیق سے جواب یہ ہے کہ برابر کہیں بھی نہیں ہے۔ کیونکہ پہلی آیت میں ہے: ”آپ کو ان تمام پر گواہ بنا کر لایا جائے گا“۔ دوسری آیت میں ہے ”رسول تم سب پر گواہ ہوں گے“۔ یہ بھی وارد ہے کہ امت محمدیہ تمام امتوں پر گواہ ہوگی۔ یہ بھی گواہی دے گی ان کو انبیاء علیہم السلام نے تبلیغ فرمائی۔ اس سے آپ کے ساتھ برابری کیسے ہوگی۔ انبیاء کی شہادت میں تو کوئی اشکال ہی نہیں کیونکہ وہ دنیوی زندگی میں اپنی امت کے ساتھ رہے۔ ”حسا“ و معنی ان سے آگاہ رہے۔ وہی امت محمدیہ کی گواہی، تو یہ گواہی پر گواہی کے قبیلہ سے ہے۔ کیونکہ انہوں نے براہ راست اگرچہ نہیں دیکھا مگر قرآن اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ انہیں اس کا علم حاصل ہوا ہے۔

اس سے یہ بات بھی سامنے آگئی کہ ہر رسول کے وصال کے وقت ان کی شریعت منسوخ اور دوسرے رسول کو بھیج دیا گیا مگر ہمارے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ اس طرح نہیں بلکہ آپ کی شریعت مبارکہ دائمی ہے۔ آپ کی دعوت تا قیامت باقی ہے۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی بھی دائمی ہوگی کیونکہ آپ تمام عوالم میں حاضر ہیں اور ہر مکان و زمان آپ کے وجود مقدس سے مالا مال ہے۔ بلندی میں آپ کی مثال چاند کی طرح ہے اور ہم اس کے تحت نور کی روشنی میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہم جب بھی نگاہ اٹھا کر دیکھیں خواہ کہیں اور کسی حالت میں ہوں، حالت نوم یا حالت بیداری، حالت قعود ہو یا حالت قیام، ہم اسے اپنے سروں پر ہی پاتے ہیں۔ اگر ہم مشرق چلے جائیں اور دوسرے مغرب، سمندروں کی تہوں میں کشتوں پہ سواری ہوں یا کچھ پہاڑوں کی چوٹیوں پر کچھ بیابانوں میں ہوں یا کسی اور مقام پر، ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے ساتھ ہوں گے جیسے کہ چاند ہر ایک کے ساتھ ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ کچھ مقربین اپنے اپنے علاقہ و شہر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب ہوتے ہیں بہ نسبت ان حجاج کے جو مزار اقدس پر حاضر ہوتے ہیں کیونکہ کچھ حاضر ہوتے ہوئے غائب کی طرح اور کچھ غائب ہونے کے باوجود موجودین سے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ آپ نے حضرت بایزید بسطامی کے بارے میں نہیں پڑھا کہ انہوں نے تین دفعہ حج کیا لیکن خصوصی تقرب کے مستحق نہ بنے حتیٰ کہ دوسری دفعہ انہوں نے اپنے آپ کو فنا کر دیا۔ اس لیے انہوں نے کہا:

”میں نے تین دفعہ حج کیا۔ پہلی دفعہ بیت اللہ دیکھا مگر رب البیت کو

نہ دیکھا۔ دوسری دفعہ رب البیت کو دیکھا مگر بیت کو نہ دیکھا تیسری دفعہ نہ

بیت دیکھا اور نہ رب البیت۔“

میں کہتا ہوں ان کے ارشاد مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ پہلی دفعہ عوام کی

طرح کا حج تھا، دوسری دفعہ مقامات فنا کی شروعات تھیں تو وہ ہر محسوس سے فنا ہو گئے

تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے وجود کے سوا کسی کو وجود حق نہیں پایا ”میں نے رب الیت کو دیکھا“ اس کا یہی مفہوم ہے ورنہ دنیا میں زیارت باری تعالیٰ کہاں؟ لیکن اس دفعہ بھی ان کا اپنا وجود تھا جس سے انہوں نے دیکھا۔

جب تیسری دفعہ حاضر ہوئے تو اپنی ذات تک فنا کر چکے تھے۔ ان کا دیکھنے کا ذریعہ بھی ساتھ باقی نہ رہا تو قرب حق تعالیٰ میں کلیتہً ”فنا ہو گئے۔ اس کی طرف یوں اشارہ کیا میں ایسا فنا ہو گیا کہ فنا بقا سے بدل گیا تو ایسی غیبت حضور سے کئی درجے افضل ہوتی ہے۔ حضرت سہل بن عبد اللہ التستری فرماتے ہیں:

”اے مسکین اللہ موجود تھا تو نہیں تھا وہ موجود ہو گا تو نہیں ہو گا تو اب موجود ہوا ہے تو میں ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو اب اسی طرح ہو جیسے کہ تو ماضی میں نہیں تھا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اب بھی ایسے ہی موجود ہے جیسے کہ پہلے تھا۔“

ایک اہم دلیل یہ بھی ہے جسے امام سیوطی نے ”الاعلام بحکم عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام“ میں نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ آپ نے فضا میں کسی کے سلام کا جواب دیا۔ پوچھنے پر یہ فرمایا:

رَأَيْتَ عَيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ وَ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ۔

”میں نے عیسیٰ کو طواف کرتے دیکھا انہوں نے مجھے سلام کیا اور میں

نے جواب دیا۔“

حافظ زحبی وغیرہ نے یہ تصریح کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صحابی ہونے کا بھی شرف حاصل ہے اور وہ تمام صحابہ سے افضل ہیں۔ ان کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم۔ تو ثابت ہوا کہ حضرات انبیاء و مرسلین اپنے اور دیگر بندوں کے نفع کی خاطر کائنات میں سیاحت کرتے ہیں اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجود اقدس سے تمام عالم علویہ و سفلیہ مالا مال ہیں۔

اے محترم عزیز حافظ سیوطی (اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہمیں بھی خیرالانام کے حوض کوثر پر جمع فرمائے) نے جو لکھا کہ ”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات میں تشریف لے جاتے ہیں“ کے الفاظ اور مفہوم اس پر دال و شاحد ہے کہ کائنات آپ سے معمور ہے۔ اگر یہ صنفی نہ ہو تو لازم آئے گا جب آپ کسی اور مقام پر تشریف لے جاتے ہیں تو مزار انور خالی رہتا ہے اور زائر فقط قبر انور کی زیارت کرتا ہے۔ حالانکہ اس کا کوئی بھی ہرگز قائل نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی:

من رانی فی المنام لیسیرانی فی البقعة (السیہتی و ابوداؤد)

”جس نے خواب میں میری زیارت کی وہ مجھے عنقریب بیداری میں بھی دیکھے گا۔“

یہ بھی قوی دلیل ہے کہ مشرق و مغرب آپ سے خالی نہیں۔

اس کی یہ تفسیر کرنا کہ اس سے مراد آخرت کی زیارت ہے درست نہیں۔ وہاں تو تمام امتیں دیکھیں گی۔ اس اعتبار سے دنیا میں زیارت کا شرف پانے والا اور محروم دونوں یکساں ہوں گے۔ الغرض آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں حسا“ معنا“ جسما“ روحا“ اور ظاہراً و باطناً موجود ہیں۔

سوال: امام سیوطی کے کلام سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ آپ جسم اطہر سے جدا ہو کر تشریف فرما ہوتے ہیں اور جسم اقدس مزار عالی میں ہی رہتا ہے؟

جواب: اگرچہ یہ بات فی ذاتہ صحیح ہے مگر سیوطی کے کلام کا یہ مفہوم نہیں۔ کیونکہ ان کا مقصد تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی انبیاء و مرسلین سے امتیاز کو بیان کرنا ہے اور وہ اس مفہوم سے حاصل نہیں ہوتا کیونکہ شکل و صورت اور تعدد امثال و اشباح تو تمام انبیاء کے لیے بلکہ ابدال اور عام مومنین کے لیے بھی ثابت ہے۔

تم اس واقعہ سے آگاہ ہو جو شیخ ابن قیم وغیرہ نے نقل کیا کہ شیخ صالح المزنی

(امام عبداللہ بن مبارک کے استاد) نماز جمعہ سے لیٹ ہو گئے۔ جب آئے تو انہوں نے قبور پر ارواح مشککہ کو دیکھا جنہوں نے ان سے کہا آپ تو جمعہ سے لیٹ ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہیں جمعہ کا علم ہوتا ہے، انہوں نے کہا ہاں فضا میں پرندہ جو کہتا ہے، ہم اسے جانتے ہیں۔ فرمایا وہ کیا کہتا ہے، کہنے لگے اس نے آج کہا ہے تمہیں سلام ہو آج مبارک دن ہے۔ اس بارے میں لاتعداد واقعات ہیں کہ ارواح کو عالم دنیا میں ہونے والے واقعات کا علم ہو جاتا ہے۔

کتاب الروح لابن قیم میں اس پر کثیر واقعات موجود ہیں۔

حافظ سیوطی کے کلام کا خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسم اقدس میں ایسی استعداد اور صلاحیت ودیعت فرمادی ہے کہ اس سے ملاء اعلیٰ سے لے کر تحت الثریٰ تک تمام کائنات معمور ہے اور اس کی بنا پر جبرئیل اور اسرافیل جو ملائکہ کے سردار ہیں، آپ سے ملاقات کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں اور دیگر محدثین نے تصریح کی ہے کہ حضرت جبرئیل سے پہلے حضرت اسرافیل تین سال تک آپ کی خدمت اقدس میں رہے۔ واللہ تبارک و تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اپنے نبی، حبیب، خلیل، جلیل، مصطفیٰ، نبی رحمت، نبی شفاعت، صفا و مروہ میں سعی کرنے والوں میں سے سب سے افضل کے جھنڈے کے نیچے جمع فرمائے۔ جنت میں آپ کے پڑوس میں رہنا نصیب ہو، ہمارا حشر آپ کے آل و اصحاب، خلفاء خصوصاً حسنین کریمین اور آئمہ اربعہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ساتھ ہو۔ والحمد لله رب العالمین۔ امین۔

نوٹ: اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ ترجمہ ۳۱ مارچ ۱۹۹۶ء بروز اتوار شروع ہوا، ۱۳ اپریل بروز اتوار صبح ساڑھے آٹھ بجے بمقام جامع رحمانیہ شادمان میں تکمیل پذیر ہوا۔

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین

رسالة في إثبات

وجوب النبي في كل مكان
ففسر

صلى الله عليه وآله وسلم

للعامة الكبير السيد

حسين بن محمد الشافعي

رحمه الله تعالى

الناشر

دار جوامع الكلم

مشيخة الطريقة الجعفرية

١٧ ش الشيخ صالح الجعفرى - الدراسة - القاهرة - ت : ٩٢٧٣٦٧

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
كَلِمَةُ النَّاشِرِ

الحمد لله الذي جعلنا من أمة خير الأنام سيدنا
محمد عليه أفضل الصلاة وأزكى السلام .

وبعد

فإن الله تبارك وتعالى اتخذ نبينا ﷺ حبيبا وخليلا ،
وفضله على سائر الأنبياء والمرسلين ، وعلى الملائكة
المقربين ، وعلى سائر خلق الله أجمعين .
وقد أخبر الله تعالى في تنزيله عن الشهداء بأنهم
أحياء عند ربهم يرزقون واستدل العلماء المحققون
بذلك على حياة نبينا ﷺ في قبره الشريف حياة برزخية
تفوق حياة الشهداء .

وصاحب هذه الرسالة التي نقدمها للقراء ألف
رسالته لإثبات هذه الحقيقة السابق ذكرها ، وزاد عليها
إثبات وجوده ﷺ في كل مكان ، بمعنى أنه ليس بغائب

عن أمته ، فحيثما وجد المحبون له ﷺ ، والمتبعون
لسنته الغراء ، فهو موجود معهم بأنواره وبركاته وأسراره
وموجود بمحبته ، وباتباع سنته ، كأنه مشاهد لهم
وكيف يغيب عن الأمة وهي مأمورة بالتسليم عليه في كل
صلاة حيث يقول المؤمن في تشهده : السلام عليك
أيها النبي ورحمة الله وبركاته ، ومثل هذا إنما يقال
للحاضر المشاهد ، ولا يقال للغائب .

ودار جوامع الكلم الجعفرية تقوم بنشر هذه الرسالة
إيماناً منها بأهمية بعث التراث الصوفي ونشره لما في
ذلك من الفوائد التي تحيا بها القلوب والأرواح .

والله من وراء القصد

وهو نعم المولى ونعم النصير

دار جوامع الكلم

ب

[هذه الرسالة الشريفة ضمن مخطوطات مكتبة

الأزهر الشريف [العامرة] تحت رقم: ٢٠٩٥]

٢٣٢٤ [تصوف

[مكتبة عامة] من ص ١ الى ص ٢٧ .

تقديم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ
وَسَلَّمَ

الحمد لله الذي بعث في الأميين رسولا منهم،
وشرفهم به حتى إن كل نبي تمنى أن يكون منهم،
فأعطاهم أمانياتهم، إذ صلى بهم إماما ليلة الإسراء
في بيت المقدس تكريما له، وتشريفا لهم، صلوات
الله وسلامه عليه وعليهم أجمعين.

والصلاة والسلام على رحمة الله الكبرى، ومنتها
العظمى وسلسيله الدائم، سيدنا ومولانا محمد بن
عبد الله صلى الله عليه و على آله وصحبه وسلم.

وبعد: فإن الكلام عن سيدنا رسول الله ﷺ وحياته،
وانتقاله، وبرزخه، وما إلى ذلك لا ينفد، وكل يدلى
بدلوه، فيعرف على قدره، ولكن الكل عاجز عن إيفائه
حقه وتقديره قدره ﷺ إذ لا يعلم قدره إلا من خلقه
سبحانه وتعالى.

وقد كتب عنه كثير من أفاضل العلماء رسائل وكتبًا،
وكل منهم انتحى ناحية من نواحيه، وأخذ جانبا من
جوانب حياته.

فمنهم من كتب عن نشأته وحياته
ومنهم من كتب عن الجانب الأخلاقي فيه .
ومنهم من كتب عن الجانب البيئي .
ومنهم من كتب عن صحبته و كيف كانت معاملته
مع أصحابه .
ومنهم من كتب عن جانب العبادة وصلته بربه
سبحانه وتعالى . . . الى آخره .

ولكن صاحب هذه الرسالة رحمه الله تعالى انتحى
جانباً آخر، جمعه مما هو متناثر في بطون الكتب ، أو
عن طريق الوهب الإلهي والمدد الرباني ، فكتب هذه
الرسالة ، وببركته ﷺ ، كانت - على صغرها - مفعمة
بالحقائق النورانية ، ولا يناع فيما ذكرته إلا منازع
عنيد، أو جاهل غبي .

ولعل أغرب ما فيها عنوانها ، فإنه مشير ، ولكنه يشير
أهل الحقائق إلى معرفة شيء من حقائقه ﷺ كان غائباً
عنهم ويفتح لهم باب التنزه في حدائقه الغناء ،
وبالطبع : يشير أهل الحقد إلى مكنون أحقادهم ،

فيريشون سهامهم ويقذفونها في كل جانب على
عادتهم، ونسأل الله لنا ولهم الهداية .

هذه الرسالة التي نقدم لها الآن طبعت من عدة
سنوات باسم « تعريف أهل الإسلام والإيمان بأن النبي
ﷺ لا يخلو منه زمان ولا مكان » وحققتها الأستاذ الفاضل
« أحمد محمد مرسى النقشبندی » أكرمه الله، وجزاه خيرا
عن نبيه ﷺ، وعن المسلمين بمنه وكرمه، وذكر أنه
نقلها من كتاب « جواهر البحار » للشيخ المحب
للجناب النبوي الأكرم الشيخ « يوسف إسماعيل
النبهاني » رحمه الله تعالى ص ٤٧٩، وأن الشيخ
النبهاني رحمه الله تعالى اعتقد أنها للعلامة « علي نور
الدين الحلبي » صاحب السيرة الحلبية رحمه الله تعالى
ورضى عنه، واعتقدت - أنا كاتب هذه السطور - كذلك
أنها له، ولكن يشاء الله تعالى أن يكشف حقيقة نسبة
هذه الرسالة: لمن؟ حيث كنت أبحث - في مكتبة
الأزهر الشريف - عن بعض رسائل في
التصوف، خصوصا ما يتعلق بالشيخ الأكبر محيي الدين
بن عربي، فإني أحبه جدا لا يوصف، فعشرت علي

رسالة: عنوانها «رسالة في إثبات وجود النبي ﷺ في كل مكان» [تحت رقم:

تصوف [٢٠٩٥
٢٣٢٤

[مكتبة. عامة]

ففرحت بها، ونسختها على زعم أنها شيء جديد غير الرسالة التي ذكرتها آنفا.

وجاء على الوجه الأول من الرسالة ما نصه: «وقفت هذه لله تعالى، فلا تباع ولا توهب كنصر شروطنا في ١٤ جمادى سنة ١٣٠٠ هـ

قاله الفقير محمد شحاته على» إهـ

وكلمة «جمادى» اختزال جماد أول، فإنه لو كان في جمادى الثاني لذكره بالصريح. وفي آخر المخطوطة ما نصه:

«تمت على يد كاتبه الحقير الفقير: حسين بن محمد الشافعي غفر الله له، ولمن قرأ فيه، ولمن تسبب

في كتابته ، آمين ، سبحان ربك رب العزة عما يصفون .
وسلام على المرسلين ، والحمد لله رب العالمين « اهـ .
وقد حاولت - فيما عندي من كتب التراجم - أن
أعرف من هو « حسين بن محمد الشافعي فلم أتمكن ،
ولعل الله تعالى أن أمد أجلى أن أعرفه فيما بعد ، ونعرفه
ونثبته في الطبعة القادمة إن بقي الأجل

والله الموفق والهادي للصواب .
والمطبوعة باسم « تعريف أهل الإسلام » . . إلى
آخره ، آخرها :

« . . . وحشرنا مع آله وأصحابه السادة الحنفا ،
خصوصا الأربعة الخلفاء : أبا بكر ، وعمر ، وعثمان ،
وعلى ، رضى الله عنهم أجمعين . والحمد لله رب
العالمين (١) » اهـ .

ثم ساورنى شك فى نص الرسالة : هل هى المطبوعة
أو غيرها ، فبدأت - بعد نسخها بالكامل - فى قراءتها
قراءة مقابلة ، فوجدت النص هو هو بعينه ، لم يخرم منه

(١) هكذا هي

شيء، ثم قفز إلى عقلي شيء أثناء القراءة، هو أن كاتب هذه الرسالة يقول مانصه:

«واعلم أن آخر من اجتمعنا عليه من المشايخ العارفين، من أصحاب التسليك، الهادين المهديين، الشيخ نور الدين الشونى، صاحب الحال النبوى، والمدد المصطفوي، الذي كانت له الصلاة على النبي ﷺ دأبه ليلاً ونهاراً» إلى آخره.

فتأكدت أن هذه الرسالة ليست للعلامة «نور الدين الحلبي» رحمه الله تعالى، وإنما هي لشخص آخر، هو تلميذ من تلامذة الشيخ «علي نور الدين الشونى» رحمه الله تعالى، ذلك لأن الشيخ «علي نور الدين الشونى» توفي عام ٩٤٤ هـ وولد العلامة «علي نور الدين الحلبي» عام ٩٧٥ هـ، وتوفي عام ١٠٤٤ هـ فكيف يجتمع بشخص مات قبل ميلاده بـ: واحد وثلاثين عاماً.

والدليل على أن هذه الرسالة للفاضل الشيخ «حسين ابن محمد البشافعي» رحمه الله قوله في بدء الرسالة «وقد رفع إلينا سؤال» إلخ، وقوله في آخرها «تمت على يد

كاتبه الحقير الفقير : حسين بن محمد الشافعي غفر
الله له ، ولمن قرأ فيه ، ولمن تسبب في كتابته «
وهذا يفيد أنها من تأليفه هو رحمه الله تعالى .

وقول الأستاذ الفاضل المعلق على الطبعة الأولى في
هامش ص ١ « وهي تأليفه كما هو مكتوب على ظهر
نسختها » إلخ ، لعلها كانت من ممتلكاته لامن مؤلفاته .

والذي يعنينا من هذا كله : موضوع الرسالة ومعرفة

مؤلفها ، وقد أسفر الصبح ، وقشع كل ظلام .

ولله الحمد في الأولى والآخرة ، وإليه المرجع

والمآب .

وأشهد أن لا إله الا الله وحده لا شريك له ، وأن

محمداً رسول الله . صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم .

المحقق

عبد الرحمن حسن محمود

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَبِهِ نَسْتَعِينُ

الحمد لله الذي لا يخيب من قصده، بل كل من قصده صادقاً وجدّه ..

تعالى علواً كبيراً عن أقوال من جحدّه .
والصلاة والسلام على أفضل نبي تقرب إليه وعبدّه :
محمد نبي الرحمة والشفاعة الذي لا نبي بعده .
صلاة الله وسلامه عليه وعلى جميع الأنبياء
والمرسلين ، وعلى ملائكة السماوات والأرضين ، وعلى
جميع الآل والقرباة والصحابة والتابعين .

وبعد:

فقد سبقت منا الكتابة مراراً في المعنى الذي وضع له
هذا التصنيف ، وتقدمت الإجابة عن الأسئلة من نوع هذا
الترصيف ، وقد رفع إلينا سؤال ، هو الآن في ذلك
المعنى : ألزم إعادة الكتابة في التأليف^(١) صورته بعد
البسمة الشريفة .

(١) في المخطوطة بعد كلمة «التأليف» ما نصه : « ذلك المغزى
والمغزى ، وذلك له المبني » .

« ما تقولون في معنى قولكم تصریحاً وتلویحاً ،
فی کتیبکم ومجالسکم : من أن سیدنا محمداً صلی الله
علیه وآله وسلم خیر البریة : ملأ العوالم العلویة
والسفلیة ، فهل هو مقیم فی قبره أولاً ؟؟؟
وإذا قلتُم بأنه مقیم فی قبره ، فما معنی وجوده بكل
حیز ووجود ؟؟؟

وما معنی : حضوره فی کل موجود ؟؟؟
فأجبنا عن ذلك بما صورته :
« الحمد لله .

اللهم ألهمنا إلهاماً ، وهداية لإصابة الصواب .
اعلم أيها الأخ الصادق ، والمريد الموافق ، شفاني
الله وإياك من داء الغموم ، وسقاني وإياك من دلاء
العلوم : أنه لا بد من تأسيس أصل لهذا الجواب (١) وهو
أن العوالم مختلفة والأكوان متباينة ، فكون الإنسان

(١) وذلك لأن كل فن لا بد له من مقدمة يتضح بها المعنى ويظهر
النهج ، ويستقيم فهم القارئ في ذهنه ، ويعرف أسلوب الكتاب وما يقصد
إليه المؤلف ، فيكون كمصباح يضيء له طريقه في سراديب الأسطر وحنايا
الكلمات .

ببطن أمه ليس ككونه في دار الدنيا ، لأنه لا يصبر حينئذ
على أدنى ضيق كان معه في الرحم .
وعالم الفكر أوسع منه ، بدليل أن الإنسان متى
أغمض عينيه وفكر في نفسه : اتسع عليه الحال .
وعالم النوم أوسع منه ، بدليل أن الروح تذهب فيه كل
مذهب ، وفيه تعرج من الفرش إلى العرش .
وعالم البرزخ أوسع منه ، لأن الروح متى تجردت عن
البدن صارت إلى قريب من قوة الملك ، فلا يصح أن
تقاس على حال حبسها في الدنيا .
ولهذا المعنى : يصح ويتضح وينهض مقصود هذا
الجواب .

وإذا قلنا : إن لها حينئذ قوة ملكية ، فتحصيلها للقوة
الجنية أولى بها ، مع أن الجن متى استحضرهم الطالب
في مندل ، وكان في أقصى المشرق ، واستحضرهم آخر
كذلك ، وكان في أقصى المغرب ، حضروا معهما
جميعا .

ولامساواة لهم بالأنبياء والأولياء في ذلك ، لأن ذلك
إنما كان يكون للأنبياء والأولياء : حياة وموتا :
تشریفالهم من جهة كونهم تكلموا بما ليس

في مقدورهم ، وتحملوا ما ليس في مطبوعهم ، ليجمعوا
بين فضائل الثقلين : بخلاف الجن ، فإن ذلك لهم
بالطبع (١).

وأيضا ، فتمثل الجن في المنديل - إن صح - فإنما
هو خيال محض ، وإلا فقد قال الله تعالى - إنه يراكم
هو وقبيله من حيث لا ترونهم (٢)

وأما اجتماع النبي ﷺ وبعض الأولياء بهم فمن قبيل
الخصوصيات .

فكان ذلك المعنى للأنبياء والأولياء من باب تناهي
القوة في الشرف ، وللجن من باب تناهي القوة في الشر .
وعالم الحشر والنشر أوسع من عالم البرزخ .

(١) أي القوة التي أودعها الله تعالى فيهم على التخفي وغيره .
(٢) سورة الأعراف ، الآية : ٢٧ . أي طبيعته أنه لا يرى ، ولكن إذا أحب
الجن أن يظهر تشكل في صورة وظهر ، بندليل الجن الذي ظهر لسيدنا
أبي هريرة رضي الله عنه وأخذ من مال الزكاة وقبض على يده ثلاث مرات
في ثلاثة أيام متوالية ، وعلم أبا هريرة أن آية الكرسي تمنعه من الجن
وأذاهم ، وقال له رسول الله ﷺ «أما إنه صدقك وهو كذوب : تعلم من
تخاطب منذ ثلاث ليال يا أبا هريرة؟؟ ذاك شيطان» راجع تفسير ابن كثير
عند تفسير آية الكرسي .

وعالم الجنة والنار أوسع من تلك العوالم كلها .
وفضل الله تعالى وسعة رحمته ، وإحاطة علمه أوسع
من أضعاف تلك العوالم وتلك الأكوان ، لأنها بما
حوت وما وعت : جزء من تفضلاته تعالى ، ودقيقة من
معلوماته عزوجل

كما أن الجنة بعض ثوابه تعالى سبحانه ، والنار
بعض عقابه تبارك اسمه .
ومن تأسيس هذا الأصل : فهم^(١) أن الحياة الدنيا
والبرزخ ، والبعث^(٢) : متحدة من جهة الروح ، مختلفة

(١) بفتح الفاء وسكون الهاء .

(٢) ذلك لأن الروح خلقت من قبل خلق الأرض والعالم الأرضي ، وأعدت
من قبل لجسد معين ، ستركه فترة معينة ، هي فترة البرزخ وستعود إلى
جسدها مرة أخرى عند إحياء الله تعالى الجسد مرة أخرى للعرض
والحساب ، وتلك هي المرحلة الأبدية التي لا فناء بعدها ، لأن الله تعالى
قضى ذلك .

وقد ورد في الحديث الصحيح أنه بعد دخول أهل الجنة الجنة ، وأهل النار
النار - ونسأل الله سبحانه وتعالى أن يعيدنا - حتى من منظرها - ينادى مناد
بين الجنة والنار ، فيقول : « يا أهل الجنة خلود بلا موت و يا أهل النار
خلود بلا موت »

وقول الله تبارك وتعالى عن أهل الجنة - هم فيها خالدون - وعن أهل النار -
هم فيها خالدون - قاض في ذلك .

من جهة القوة، فأدناها بطشاً وإدراكاً وتشكلاً، وتصرفاً وإحاطة: حياة الدنيا، وأوسطها حياة البرزخ. فرب ميت

لما مات عاش (١)

وأعلاها: الحياة الآخروية الأبدية.

وإذا فقد تمهدت طريقنا: وهو أن المحققين من العلماء قاطبة - كما قال القرطبي وغيره - ذهبوا إلى أن الموت ليس بعدم محض؛ بل طريق انتقال من عالم الملك إلى عالم الملكوت، وحجاب بين أهل الدنيا وأهل البرزخ، فيكون الميت ليس على الحالة التي كان يُحسّ به فيها وعليها، وبها، في دار الدنيا.

هذا معنى كلامهم في سائر الأموات.

وقالوا: إن الأرواح كلها لطيفة، ليست ثقيلة ولا كثيفة كالأجسام: تسرح وتمرح حيث شاء الله تعالى، إن كانت مأذونة وليست مسجونة (٢)

(١) كالأنبياء والشهداء، والعلماء، والمؤذنين، والصالحين. وغيرهم. هؤلاء لما انتقلوا من الدنيا عاشوا العيشة الحقيقية: عيشة الكرامة والعز الذي لا ذل بعده، فهم - أحياء عند ربهم يرزقون -

(٢) إذ أن أرواح اليهود والنصارى وعبدة النار وكل مشرك مسجونة في البرزخ، حتى إذا كانوا يوم القيامة دخلوا السجن الأبدى الذي لا يخرجون منه أبداً، ولا يقام لهم ميزان، قال الله تعالى - فلانقيم لهم يوم القيامة وزناً - لأن الوزن =

فعلى هذا تكون هذه الأمة كسائر الأمم فى ذلك المعنى .

ولاشك أن لها اختصاصاً أيضاً بزيادة تصرفات لأرواحها ، ليس لغيرها من الأمم السابقة مشاركة بمعانيها فيه .

كما خصها الله تعالى - عن سائر الأمم - بخصائص لا تكاد أن تحصي .

وإذا كان الأمر كذلك ، فلعلمائها العاملين ، وأوليائها العارفين : زيادة مزية ، ومزيد اختصاص فى تلك المنقبة العلية .

ولأئمة علمائها ، كالإمام الأعظم (١) والشافعى ، والإمام مالك : من ذلك أعظم المزايا .

ويتزايد الحال بمزيد العلم والصحة الشريفة (٢) إلى

= للمؤمنين أما الكافرون جميعاً فمن موقف العرض إلى جهنم قال الله تعالى - ولا يسئل عن ذنوبهم المجرمون - وقال تعالى - فلانقيم لهم يوم القيامة وزناً .
(١) إذا قيل : الامام الأعظم ، فهو الإمام أبو حنيفة النعمان بن ثابت .
(٢) أى أصحاب المصطفى ﷺ ، فإنهم أعظم من كل من جاء بعدهم ، وهم أعظم من أصحاب كل نبي ، صلوات الله وسلامه على جميع أنبيائه وآلهم وأصحابهم ومن تبعهم ، فإنهم على طريق الله تعالى .

أن ينتهي الشرف الأعلى والمجد الأسنى - كما بدأ - إلى
نبي هذه الأمة: محمد صلى الله عليه وآله وسلم نبي
الشفاعة والرحمة. فإن له اختصاصا في خصوص ذلك
المعنى على سائر أولى العزم من المرسلين.

ألا ترى أن منصب الشفاعة له، ليس لأحد منه

شيء، إلا أن يكون بإذنه (١)

كما أنه لا يشفع إلا بإذن من ربه تعالى.

ألا ترى أنه لا يجوز لأحد أن يتوسل بأحد إلى الله

تعالى من خلقه إلا به (٢).

هذا على قول بعضهم.

والصحيح أنه يجوز التوسل إلى الله تعالى بجميع

أنبيائه وأوليائه.

ألا ترى أنه رأى موسى - كما سيأتى - ورأى الأنبياء

في بعض السماوات، ولم يرهم إلا بالمعنى الذي أراده

الله تعالى له، وأراد الله تعالى وضع هذا الكتاب لأجله:

وحيث قد عرفت بهذا تمام تصرفه ﷺ في الكون،

وغاية سيره في الوجود للغوث والعون.

(١، ٢) الضمير هنا راجع إلى النبي ﷺ، فإن الله سبحانه وتعالى أعطاه

منصب الإذن بالشفاعة لمن أحب ﷺ.

على أن جسمه الشريف الذى هو منا بأنفسنا
أولى (اهل) هو مقيم فى قبره أو لا ؟
فى كتاب الحافظ السيوطى المسمى بـ « تنوير
الحلك فى إمكان رؤية النبى ﷺ والملك » عن أنس أنه
ﷺ قال : « إن الأنبياء لا يتركون فى قبورهم »
وفيه أيضاً : أخرج البيهقى عن أنس ، عن النبى ﷺ :
« إن الأنبياء لا يتركون فى قبورهم أربعين ليلة ولكنهم
يصلون بين يدي الله تعالى حتى ينفخ فى الصور » . (٢)
وفيه أيضاً : « روى الإمام سفيان الثورى فى
« الجامع » . قال : قال شيخ لنا ، عن سعيد بن
المسيب : قال :

(١) لقول الله تعالى - النبى أولى بالمؤمنين من أنفسهم - الآية ٦ السادسة من سورة
الأحزاب ، وهى محكمة وليست بمنسوخة ، أى حكمها قائم الى يوم القيامة
والبعث . وقد قال ﷺ « حياتى خير لكم تحدثون ويحدث لكم ، فإذا أنا مت
كانت وفاتى خيراً لكم تعرض على أعمالكم ، فإن رأيت خيراً حمدت الله ، وإن
رأيت شراً استغفرت لكم » رواه ابن سعد ، وله ألفاظ أخرى ورواة آخرون .
(٢) ونصها كما فى ص ٤٦ ، ٤٧ من طبعة « دار جوامع الكلم » وأخرج أبو يعلى
فى مسنده ، والبيهقى فى كتاب « حياة الأنبياء » عن أنس أن النبى ﷺ قال :
« الأنبياء فى قبورهم أحياء يصلون » وأخرج البيهقى عن أنس عن النبى ﷺ قال
« الأنبياء لا يتركون فى قبورهم بعد أربعين ليلة ولكنهم يصلون بين يدي الله تعالى
حتى ينفخ فى الصور »

« ما مكث نبي في قبره أكثر من أربعين ليلة حتى يرفع »

قال البيهقي : « فعلى هذا يكون كسائر الأنبياء » (١) انتهى .

قلت : بل أجلُّ وأخصُّ لزيادة الرفع والرفعة في المكان والمكانة . والله تبارك وتعالى أعلم .
وفي الكتاب المذكور أيضا : روى عبد الرزاق في مصنفه عن الثوري ، عن أبي المقدام ، عن سعيد بن المسيب . قال :

« ما مكث نبي في الأرض أكثر من أربعين ليلة » .
وفيه أيضا : أخرج إمام الحرمين في تاريخه ، والطبراني في الكبير ، وأبو نعيم في الحلية ، عن أنس قال : قال رسول الله ﷺ :

« ما من نبي يموت في قبره إلا أربعين صباحاً » .

وفيه أيضا : أن إمام الحرمين في «النهاية» والإمام الرافعي في «الشرح» روي أن النبي ﷺ قال :

(١) الضمير في «يكون» عائد إلى حضرة المصطفى ﷺ .

«أنا أكرم على ربي من أن يتركني في قبري بعد ثلاث»

زاد إمام الحرمين: «وروى: أكثر من يومين»
وفيه أيضاً: ذكر أبو الحسن بن الزعفراني الحنبلي في
كتبه حديثاً: «إن الله تعالى لا يترك نبياً في قبره أكثر من
نصف يوم».

قلت: وهذه الأحاديث كلها مستشكلة (١) خصوصاً
عند الملحّين علينا في الأسئلة. عن المعنى الذي وضع
لأجله هذا الكتاب من أهل زماننا.

ويوضح الإشكال: ما في الكتاب المذكور، وهو
أيضاً في كتاب «مصباح الظلام في المستغيثين بسيد
الأنام في اليقظة والمنام». للحافظ ابن النعمان
المغربى (٢) من أن أعرابياً جاء ثم قال: يا رسول الله،

(١) عبر بقوله «مستشكلة» أي أوجد الناس فيها إشكالات، أو هي في
ظاهرها فيها إشكالات، لكن الواقع والحقيقة أنه: لا إشكال فيها عند أهل
البصيرة بالحديث، وهم فقهاؤه، لا الدخلاء.

(٢) هو الشيخ شمس الدين أبو عبد الله: محمد بن موسى بن النعمان
(المراكشي، المزني، البهتاني، الفاسي، المالكي) المتوفى سنة ٦٨٣
[كذا من كشف الظنون].

قد قُلْتُ فوعينا قولك ، وكان فيما أنزل عليك - ولو أنهم
 إذ ظلموا أنفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم
 الرسول لوجدوا الله تواباً رحيماً (١) - وقد ظلمت نفسي
 وجئتك مستغفراً (٢) وأرجوك أن تستغفر لي ، فنودي من
 القبر: إنه قد غفر لك (٣)
 فهذا النص الصريح المقبول الصحيح: يدل على أنه
 ﷺ مقيم في قبره موجود.

(١) سورة النساء، الآية : ٦٤

(٢) أي مستغفراً الله عندك ، وقوله «أرجوك أن تستغفر لي» موضح لذلك .

(٣) وفي تفسير ابن كثير لهذه الآية قال :

«وقد ذكر جماعة ، منهم أبو منصور الصباغ ، في كتابه «الشامل» الحكاية
 المشهورة عن العتبي ، قال : كنت جالسا عند قبر النبي ﷺ ، فجاء أعرابي
 فقال : السلام عليك يا رسول الله سمعت الله يقول - ولو أنهم إذ ظلموا
 أنفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله تواباً رحيماً -
 وقد جئتك مستغفراً لذنبي ، مستشفعاً بك إلى ربي ، ثم أنشأ يقول :

يا خير من دفنت بالقاع أعظمه	فطاب من طيبهن القاع والأكرم
نفسى الفداء لقبر أنت ساكنه	فيه العفاف وفيه الجود والكرم

ويوضح الإشكال ما في كتاب الحافظ السيوطي
أيضا من أن السيد « نور الدين الأيجي » وقف بالروضة
الشريفة، ثم قال :

« السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته » فسمع
من كان بحضرته من القبر قائلا يقول : عليك السلام
يا ولدي »

وان الشيخ أبا بكر (الديار بكرى) وقف بإزاء وجه
النبي ﷺ فقال :

« السلام عليك يا رسول الله » وأنه ﷺ رد عليه السلام .
وأن امرأة هاشمية كانت مجاورة بالمدينة الشريفة ، وكان
بعض الخدام يؤذيها ، وأنها شكت إلى النبي ﷺ
فسمعت قائلا من الحجرة الشريفة يقول :
« أمالك في أسوة؟؟؟ فاصبري كما صبرت » أو كما قال :

= ثم انصرف الأعرابي ، فغلبتني عيني ، فرأيت النبي ﷺ في النوم ، فقال :
يا عتبي ، ألحق الأعرابي وبشره أن الله قد غفر له « اهـ .
وكتاب الشامل الذي ذكره الشيخ رحمه الله تعالى ، هو : « الشامل » في فروع
الشافعية لأبي نصر محمد بن عبد السيد بن محمد المعروف بـ « ابن
الصباغ » المتوفى ٤٧٧ هـ كذا في كشف الظنون .

وأن الأستاذ سيدى أحمد الرفاعى نفعنا الله ببركاته، لما حج وقف تجاه الحجرة الشريفة وأخذ يقول:

فى حالة البعد روى كنت أرسلها
تقبل الأرض عنى وهى نائبتى
وهذه دولة الأشباح قد حضرت

فامدد يمينك كى تحظى بها شفتى (١)

(١) وهى قصة صحيحة والحمد لله رب العالمين، وليست من وضع الصيادى كما قال بعضهم، وقد استشهد بها كثير من أهل العلم والحمد لله رب العالمين راجع هذه القصة فى كتاب تنوير الحلك طبعة مكتبة «دار جوامع الكلم» ص ٣٠

وفى الخطط التوفيقية ص ١١٨ ج ٤ الطبعة الأولى سنة ١٣٠٥ هـ مانصه:

فى كتاب «ترياق المحبين» المطبوع فى سنة ١٣٠٥ ألف وثلاثمائة وخمسة قال تقى الدين عبد الرحمن بن عبد المحسن الواسطى المولود سنة ٦٧٤ أربع وسبعين وستمائة هجرية، المتوفى سنة ٧٤٤ أربع وأربعين وسبعمائة نقلا عن عز الدين أحمد الفارقى الواسطى قال: أخبرنى والدى أبو إسحق إبراهيم الفارقى عن أبيه أبى الفرج عمر الفارقى أنه قال: كنا مع السيد الكبير محبى الدين أحمد بن الرفاعى ذات يوم مع جماعة كثيرة من أهل الله بواسط، فقام وصاح صيحة مدهشة، وقال «الله» نوديت من العلا أن يا أحمد قم وزر جدك المصطفى ﷺ فإن هناك أمانة يؤديها إليك، فأنا عازم على الزيارة: ماذا تقولون؟

وأنه ﷺ مديده الشريفة له فقبلها وعادت .

إلى غير ذلك مما فى الكتاب وغيره .

ومما يوضح الاشكال قوله ﷺ :

« رأيت ليلة الإسراء أخى موسى قائما فى قبره بالكثير

الأحمر يصلى »

= ص ٩٦ ج ١ قال : ومن عجائب ما وقع من أسرار الله تعالى فى هذه السنة [٥٥٥ هـ] خمس وخمسين وخمسمائة هجرية — أن ولى الله القطب الكبير السيد أحمد الرفاعى قدس الله سره وروح روحه توجه لأجل أداء فريضة الحج إلى بيت الله الحرام ، ثم بعد أن وصل وأدى فرضه رجع بقافلة عظيمة من أتباعه ومحبيه ورفقائه وغيرهم إلى « المدينة المنورة » على ساكنها أفضل الصلاة والسلام ، فلما أشرفت القافلة على المدينة وكانت أزيد من (٩٠) تسعين ألفا ، وفيهم من العراق والشام والمغرب واليمن ومن بلاد العجم : هناك ترجل السيد أحمد رضى الله تعالى عنه عن مطيته ومشى حافيا حتى وصل حرم رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ووقف تجاه قبره الطيب الطاهر وقال : السلام عليك يا جدى « فأجابه عليه الصلاة والسلام بقوله « وعليك السلام يا ولدى » ، سمع كلامه الشريف كل من كان فى الحرم النبوى ، فتواجد لذلك السيد أحمد ، وحنّ حنين الثكلى ، وجثا باكيا على ركبتيه ، ثم قام يرتعد ، وأنشد :

فى حالة البعد روحى كنت أرسلها تقبل الأرض عنى وهى نائبتى

وهذه دولة الأشباح قد حضرت فامدد يمينك كى تحظى بها شفتى

فمد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يده الزكية من القبر الشريف =

وأعجب من ذلك ما تنقله المؤرخون من أن نوحاً نقل آدم معه في السفينة خشية عليه من الطوفان، وأن يعقوب عليه الصلاة والسلام كان مدفوناً بالقرافة في مصر، وأن يوسف ولده كان مدفوناً بمصر، بـ «الفيوم» وأنهما نقلتا إلى بلد الخليل في جوار بيت المقدس، ليجمع بينهما وبين آبائهما.

والحاصل أنه مهما سُلم أن كل نبي ملازم لقبره ألبتة لزوماً كلياً بحيث أنه لا يصح وجوده في غيره، كانت تلك الأحاديث في غاية الإشكال، وكان ذلك نقصاً في حقوق الأنبياء عليهم الصلاة والسلام، فإن من آحاد الأموات - فضلاً عن الأصفياء والأولياء - من يخرج من قبره شبح مثله بحيث تشاهده العيون في أقصى البلاد البعيدة عن قبره. وتواتر الخبر على ألسنة هذه الأمة: أن القطب سيدى أحمد البدوى المعروف في بلاد الكفار

= قبلها والناس ينظرون .

وقد كان في الحرم الشريف عند خروج اليد النورانية المحمدية الألوفاً وفيهم من أكابر العصر الشيوخ الكمل: حَيوة بنى قيس (الحراني) وعدى بن مسافر وعقيل بن (المنبجى) ، وعبد القادر الجبلى وأحمد =

= الزاهد (الأنصاري) وشرف الدين أبو طالب بن عبد السميع
 (الهاشمي) ، وأحمد بن عبد المحمود (الربيعي) ومبارك بن جعفر
 (الأوبنوي) وعبد الرحمن بن علي (الدغيني) ، وأبو الفرج عمر
 (الفاروقني) ويعقوب بن كراز (البيدوي) وعلي (الطبري) وأبو الفتح
 ماهان (العابداني) والحاج رمضان بن عبد البر بن عبدويه (الواسطي)
 وأرسلان التركماني (الدمشقي) وابن أبي السعادات (العلوي البغدادي)
 ومحمد (الصناديقي الشريف البغدادي) وعبد المحسن الأنصاري
 (الواسطي) .

واستفاض خبر هذه المنقبة الشريفة وتواتر وسارت به الركبان ولم
 يستفرض ويتواتر في زمن من الأزمنة بعد عهد الصحابة الكرام وسارت به
 الركبان الولي من الأولياء الأعلام كرامة استفاضت هذه الكرامة وتواتر للسيد
 أحمد الرفاعي رضي الله عنه .

وكيف لا ، وهي معجزة محمدية أكرم الله بها نبيه ﷺ وامتن بها على
 وليه السيد أحمد ، وهي أشهر من كل منقبة للأولياء مشهورة وكرامة لهم
 مذكورة « ثم قال : حدثنا الأمير أحمد بن أبي علي الحسن بن علي بن أبي
 بكر العباسي الهاشمي علي شاطي الفرات ، ظاهر البيرة بديار حلب
 ومثله ثقة يعتد بنقله - أن أباه حدثه عن أبيه علي بن أبي بكر بن المسترشد
 أنه حج سنة ٥٥٥ هـ خمس وخمسين وخمسمائة (هجريّة) ومعه جماعة
 من كبراء بني هاشم فلما انتهوا إلى مدينة النبي ﷺ ، وقد دخلها في ذلك
 اليوم السيد أحمد الرفاعي قدس الله روحه وقف بمقام المواجهة أمام قبر
 النبي ﷺ : وسلم فرد عليه النبي - ﷺ - السلام والناس يسمعون وأنشد
 السيد أحمد : =

في حالة البعد روي كنت أرسلها تقبل الأرض عنى وهى نائبتى
وهذه دولة الأشباح قد حضرت فامدد يمينك كى تحظى بها شفتى

فظهرت له يد النبى ﷺ فقبلها والناس ينظرون إهـ
وحدثنا شهاب الدين أحمد بن يوسف بن خليل عن أبيه عن الشريف
جعفر بن محمد بن جعفر ويعرف بـ «شرف الدين العباسى المكى بن
جعفر بن (الهاشمى) يقول : كنت بالمدينة المنورة سنة ٥٥٥ خمس
وخمسين وخمسماية هـ ، وقد وصلها السيد أحمد بن الرفاعى زائراً ،
فوقف تجاه قبر النبى صلى الله عليه وآله وسلم ، وسلم عليه ، فرد عليه
السلام : سمع ذلك كل من فى الحرم النبوى ، ثم أنشد :

في حالة البعد روي كنت أرسلها تقبل الأرض عنى وهى نائبتى
وهذه دولة الأشباح قد حضرت فامدد يمينك كى تحظى بها شفتى

فظهرت يد النبى ﷺ ، فقبلها ، وقد رآها كل من فى الحرم . وقد كنت
ممن رآها ، والحمد لله رب العالمين .

وحدثنا الشريف : عبد السمیع بن شرف الدين عبد الرحمن المكنى بـ
«أبى طالب الواسطى» عن أبيه عن الشيخ عبد القادر الجبلى أنه قال فى
مدرسته - فى سادس محرم سنة ٥٥٧ سبع وخمسين وخمسماية هـ :
رأيت يد النبى ﷺ كيف مدت للسيد أحمد بن الرفاعى فسح الله فى حياته
وبجانبي أبو الفضل عبد الله المنصورى وابن «النهر ملكى» ، وهى والله
مزية يغبطه عليها الملائكة الأعلى . =

= وحدثنا بمثل ذلك أبو الفضل عبد الله البطائحي ، عن الشيخ علي بن إدريس (اليعقوبي) عن الشيخ عبد القادر الجيلي .

وحدثنا الشيخ عدى (الصغير) عن ابن عمه الركن ، عن ولي الله عدى بن مسافر أنه قال : كنت واقفا تجاه الحجرة النبوية حين ظهرت منها يد النبي ﷺ للسيد أحمد بن الرفاعي وبحدائي علي بن موهوب ، فلما خرجت اليد الشريفة قبلها شيخنا السيد أحمد ونحن ننظر مع الحاضرين وقد كادت تقوم قيامة الناس لما داخلهم من سلطان هيبة النبي ﷺ .

وبالجملة فهذه القصة بلغت مبلغ القطع ، والسيد أحمد الرفاعي رضى الله عنه لما تشرف بلثم اليد النبوية تواضع لله تعالى وخاف على نفسه من أفة العلو ، فاضطجع بباب الحرم النبوي وأمر أن يدوس من حضر عنقه برجله ففعل العامة ، وخرج الخاصة من أبواب آخر « إلى آخر ما قال رحمه الله تعالى فى كتابه فراجعه لتستفيد .

ومن هذا نعرف أن من قال إنها من تليفات أبى الهدى الصيادى قد أخطأ فى حقه لأن الكتاب الذى نقلنا عنه من الكتب التى كتبت بالسند الصحيح المتصل إلى صاحبها وهو قريب العهد من الشيخ الرفاعي ولم يكن الصيادى عميلا للسلطان عبد الحميد كما زعم ، والسلطان عبد الحميد نفسه كان من أولياء الله تعالى ويكفيه شرفا أنه أبى أن يسكن اليهود فى أرض فلسطين ، وقال كلمته المشهورة « لا أطمخ تاريخ آبائى بالعار » والكتاب الذى أخذنا منه طبعته مكتبة الآداب بالقاهرة .

بـ «الخطاف» (١) اتفق له - بعد موته - أنه حمل الأسرى من بلاد الأفرنج إلى أوطانهم، بمصر وغيرها وعاد تربته (٢) والذي يظهر - إن شاء الله تعالى - أن النبي ﷺ حين مات انتقل إلى أزكى الرضوان، وإلى أعلى فراديس الجنان، وإلى درجة الوسيلة على ترتيب معقول، هو : أنه ﷺ وصل إلى روضته المشرفة،

(١) أو العطاب

(٢) لاحظ قوله - فيما سبق - شبح، أي مثال، وأما الجسم نفسه فلم يبرح قبره رضى الله عنه، وهذا نوع من إكرام الله تعالى لعباده الصالحين، وإكرام الله تعالى لعبد يأتي على سبيل خرق العادة ولا مجال لاستعمال العقل هنا. وقد رأينا بأعيننا الشيء الكثير، مما لا يخضع لقوانين العقل من الكرامات، وقد كان بعض الأولياء يمشى في الهواء.

وبعض الذين يقيسون كل شيء بعقولهم يقول: هذا مستحيل، والعقل لا يقبله.

ثم رأينا بأعيننا الطائفة وفيها مئات الناس من النصارى واليهود وكلاب البشر تطير بهم في الهواء، بلا حامل يحملها، فكيف يقولون؟؟؟ ولا نسوى بين أولياء الله وأولياء الشيطان، فإن المشى في الهواء لأولياء الله كرامة وأولياء الشيطان استدراج وإهانة وفي كتاب «الجواهر والدرر» للشيخ عبد الوهاب الشعراني: أن الله تعالى يوكل بغير الولي ملكا يقضى حوائج الناس، كما وقع للإمام الشافعي، والسيدة نفيسة والسيد البدوي رضى الله عنهم، يعنى فى إنقاذ الأسير من أسره من بلاد الأفرنج.

ومحل قبره المعظم ، ثم تمّ رفعه بلا شبهة إلى أشرف
درجة عنده ، وهي درجة الوسيلة التي يغبطه فيها الأولون
والآخرون .

ثم إن الله سبحانه وتعالى : أذن له إذنا متحتما أن يسير
في أقطار السماوات والأرض ، والبر ، والبحر ، والسهل ،
والوعر ، حيث شاء ، متى شاء . ومع هذا فقد أعطاه الله
تعالى قوة وهبية ، وأهله أهلية ، بحيث يكون في درجة
الوسيلة موجودا ، بحيث لو ناداه مناد منها نبي مرسل ،
أو ملك مقرب لأجابه : من يوم موته إلى ما لا نهاية له
مما بعد القيامة

كما هو كذلك في درجة الوسيلة ، فكذلك يجده طالبه
بين يدي ربه سبحانه وتعالى .

ويجده المسلم عليه داخل قبره .
ويجده كل طالب بين يدي مطلوبه .

كما يجده المتفكر في فكره ، والعارف في سره ، كما
أذن الله تعالى للأنبياء عليهم الصلاة والسلام ، بعد
رفعهم إلى حظيرات قدسه الأعلى ، في إقامة شبح منهم
في قبورهم ، تأنيسا لأهل الأرض ، وفي تجريد أشباح
تسرح حيث شاءت .

على أنه لا حَجَرَ على ذلك و الشَّيْخ المقيم في القبر،
ليس لإقامته معنى سوى أنه متى طلبه طالب
وجده، ومتى حفر عليه رأى شخصه
ويوضح ذلك ما سيأتى في سيدنا موسى عليه
السلام.

قال الحافظ السيوطى فى كتابه المذكور - بعد
استيعابه لأكثر نقول العلماء، والأحاديث الدالة على
إمكان رؤية النبى ﷺ فى المنام واليقظة - :

قد تحصل من مجموع هذه النقول والأحاديث :

أن النبى ﷺ حَى بجسده وروحه .

وأنه يتصرف فى أقطار الأرض، وفى الملكوت، وهو
بهيئته التى كان عليها قبل وفاته، لم يتبدل منه شيء .

وأنه يغيب عن الأبصار، كما غيبت الملائكة، مع
كونهم أحياء بأجسادهم .

فإذا أراد الله تبارك وتعالى رفع الحجاب عن من أراد
كرامته برؤيته : رآه على هيئته التى هو عليها، لا مانع

من ذلك ، ولا داعى الى التخصيص برؤية المثال (١)
انتهى .

قلت : وأما كلامنا ، والذي نقوله - إن شاء الله تعالى :
إن الأمر كما قال الجلال السيوطى ، ، وأخص من ذلك
وأن الذى أراه : أن جسده الشريف ، لا يخلو منه زمان
ولا مكان ، ولا محل ، ولا إمكان ، ولا عرش ، ولا لوح ،
ولا كرسى ، ولا قلم ، ولا بر ، ولا بحر ، ولا سهل ، ولا وعر ،
ولا برزخ ، ولا قبر ، كما أشرنا إليه آنفاً ، وأن امتلاء الكون
الأعلى به كامتلاء الكون الأسفل به ، وكامتلاء قبره ،
فتجده مقيماً فى قبره ، طائفاً حول البيت ، قائماً بين
يدى ربه ، لأن الخدمة تامة الانبساط بإقامته فى درجة
الوسيلة .

ألا ترى أن الرائي له يقظة أو مناماً فى أقصى المغرب
يوافقون فى ذلك الرائي له كذلك فى تلك الساعة
بعينها فى أقصى المشرق .

فمتى كان ذلك مناماً ، كان ذلك فى عالم الخيال
والمثال .

(١) راجع ص ٥٨ من طبعة « دار جوامع الكلم » .

ومتى كان يقظة كان بصفتي : الجمال والجلال ؛
وأعلى غايات الكمال ، كما قال القائل :

ليس على الله بمستنكر

أن يجمع العالم في واحد .

فإن قال قائل : أهل طلع بهذا في أفق سماء الفضل
نور شمسكم؟؟ أم هو شيء تقولونه من عند أنفسكم؟؟
وكيف يتصور هذا الحال؟ . . . وكيف يصح أن يحل
جسم واحد في جميع المحال؟؟!!

قلت : الجواب - إن شاء الله تعالى - أن من كذب
على النبي ﷺ فقد استحق - والعياذ بالله -
الصدء،^(١) ومن أحدث في أمره الشريف ما ليس فيه فهو
رد^(٢) فما ذكرناه في هذا المدعى ، إنما هو بفيض فائض
الإلهام ، ولا يتوقف في صحته - إن شاء الله تعالى -

(١) لورود جملة أحاديث في هذا المعنى ، منها قوله ﷺ :

«من كذب على متعمداً فليتبوأ مقعده من النار»

[روى هذا الحديث واحد وستون صحابياً].

(٢) لقوله ﷺ : «من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد»

[متفق عليه ورواه أبو داود ، وابن ماجه].

احد من أهل الأفهام ، إلا الشاذ النادر من أهل الأوهام ،
أصحاب الإيهام والإيهام .

وليس يصح في الأذهان شيء إذا احتاج النهار إلى دليل

وإذا لم تر الهلال فسلم لأناس رأوه بالأبصار

و: «من علم : حجة على من لم يعلم» .

و: «من فهم : حجة على من لم يفهم» .

و: «من حفظ : حجة على من لم يحفظ» .

على أنا نقول : لا فراق إلا بجميل (١) ، ولا يصح قول إلا

بدليل ، فلنا على ذلك أدلة صحيحة نقلية ، وبراهين

وجودية قطعية . فمن الدليل النقلى : ما روينا في

عوالينا الصحيحة فى مسانيدھا الثابتة الرجیحة ، كما هو

ثابت عند جميع الحفاظ ، وعند جميع أهل المعانى

(١) أى لا تفارق أحداً من المسلمين إلا بالجميل من القول والتلطف
وحسن الخليفة .

والألفاظ ، من أنه ﷺ ليلة الأسراء رأى أخاه موسى قائما يصلى فى قبره (١)

وجاء نبينا إلى بيت المقدس ، فرآه أيضا بين يديه وصلى موسى خلفه مقتديا به ﷺ أسوة الأنبياء ، ثم فارقه وصعد النبى ﷺ إلى السماء الرابعة فوجده فيها ، أو فى غيرها على ما روى - فقد روى أنه وجد آدم فى الأولى ، وعيسى فى الثانية ، ويوسف فى الثالثة ، وإدريس فى الرابعة ، وهارون فى الخامسة ، وموسى فى السادسة ، وإبراهيم فى السابعة»

على أنه يصح أن يكون رأى موسى فيهما جمعا بين الروايتين .

فإن كان هذا لموسى ، وهو دون نبينا ﷺ فى الرتبة ، فنينا يكون موجوداً فى كل مكان .

(١) رواه أبو داود ، ونصه من ابن كثير: عن أنس قال : قال رسول الله ﷺ : «مررت ليلة أسرى بى على موسى عليه الصلاة والسلام قائما يصلى فى قبره» إهـ

ورواه مسلم أيضا ، والحافظ أبو يعلى الموصلى فى مسنده ، أما رؤيته له فى السماوات فهى فى كل الروايات المحفوظة .

وكونه مقيماً في قبره أجدر وأحق، وأحرى وأولى، كوجود موسى في السماء الرابعة أو السادسة، مع أن نبينا محمداً ﷺ فارقه بيت المقدس، وفارقه قائماً في قبره يصلى.

لكن يختص نبينا بامتلاء الكون به عن موسى، وعن غيره، لأن نبينا تقرب وترقى ليلة الإسراء إلى ما لا قدرة لملك مقرب، ولا نبي مرسل، على الوصول إلى تخطيه خطوة منه، ولذلك تخلف رئيس الملائكة جبريل عند سدرة المنتهى محتجاً بقوله - وما منا إلا له مقام معلوم (١) - وتخلف (٢) إبراهيم في السماء السابعة، وتخلف موسى في السماء الرابعة، أو السادسة، إلى غير ذلك.

ومن الأدلة النقلية أيضاً على ذلك: الصريحة

(١) سورة الصافات، الآية: ٦٤

(٢) تخلفه: أي تركه وسار، ومعروف أن موسى وعيسى، وإبراهيم، وجميع من لقي من الأنبياء، والمرسلين صلوات الله وسلامه عليهم مدفونون في الأرض.

الصحيحة : ما سلكناه من أوضح المسالك وهو ما
ثبت عندنا في عوالينا الصحيحة ، ومسانيدنا الثابتة
الرجيحة ، كما هو ثابت عند إمام الأئمة : الحافظ
البخارى وغيره ، وهو أن الملكين يقولان للمقبور : « ما
تقول في هذا الرجل » .

واسم الإشارة لا يشار به إلا لحاضر (١)
هذا هو الأصل في حقيقته ومعناه .

وأما قول بعض العلماء : إنه يمكن أن يكون حاضراً
ذهناً ، فلا سبيل إليه هنا ، لأننا نقول له : ما الذى دعا إلى
التجوز والعدول عن الحقيقة إلى ذلك . ؟؟؟
فوجب أن يكون حاضراً بجسده الشريف بلا كلام (٢)

(١) وكذلك صلاة المصلى ، وسلام المسلم عليه فى التشهد الأخير من كل
صلاة ، فإن الكاف فى قوله « عليك أيها النبى » كاف المخاطب
الموجود ، وهذا فى اللغة معروف : ولكن على الهيئة والكيفية التى أرادها
الله تعالى ، والله تعالى أعلم .

(٢) ولكن كما يعلمه الله تعالى ، وبالطريقة التى أرادها فى ذلك ، ولا حرج
على قدره الله تعالى .

وفي بعض المنقولات أن مالكيًا مات، فسئل
في القبر، فأرتج عليه في الجواب؛ فقال ميت بإزائه: هذا
مالك بن أنس واقف عند رأسك يجيب عنك.
قلت: فعلى هذا، فإما منا الإمام الأعظم، الإمام
الشافعي رضي الله عنه وقدس روحه ونور ضريحه: أحق
بذلك من كل أحد (١).

ولهذا قلنا من نظمنا البديع:

إذا سألاني منكر ونكير

عن صحيح اعتقادي: من جعلت إمامي (٢)؟

أقول لهم: دين النبي محمد

أدين به، والشافعي إمامي

وقلنا:

نعم الإمام الشافعي من انتمى

له: لا يرى لوثاً، فأستأذنه ليث

ولا يخش ضيماً ولا يشتكي ضني

فإن له غوثاً: مكارمه غيث

(١) لأنه يجتمع مع النبي ﷺ في عبد المطلب وليست هذه لأحد من
الأئمة غيره.

(٢) من أئمة المذاهب الأربعة. «وإذا» التي في أول البيت، بمعنى «لو».

وقلنا أيضا :
 إني اتخذت طريقة وعقيدة
 علم ابن إدريس الإمام الشافعي
 وجعلت مذهبه الشريف وسيلة
 لي في غد عند النبي الشافع
 رجوعا (١) لما نحن بصدده ، فقد كاد أن يخرج الكلام
 في مدح إمام الأئمة الأخيار عن قبضة الاختيار ، فأقول
 والله المرجو المأمول :
 هذان دليان نقليان ، يتلقاهما بالقبول : سليم الفطرة
 والفتنة ، والنية .
 ولم يبق إلا ذكر الأدلة القطعية العقلية .
 ويجب بعد ذلك التسليم ، على من فيه بعض
 إنسانية (٢)
 فمن البراهين القطعية : أنه لا يخالف أحد من كل
 موجود في أنه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ روح الوجود .

(١) بالنصب ، على تقدير فعل محذوف ، هو : أروم .
 (٢) يعني الذي لا يسلم بعد ذلك ، ليس من بنى الإنسان .

وهل رأيت أو بلغك فى قول مشروح : أنه يصح مع الحياة خلو جزء من البدن عن الروح .

ولما كان صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ روح العوالم العلوية والسفلية رجب أن لا يخلو جزء منها عن جسده وروحه الزكية .

ومن البراهين على ذلك أيضا : أن جماعة من الأولياء كان معهم هذا المعهد ، ومشهدهم هذا المشهد .

ألا ترى إلى ما حكاه الجلال السيوطى وغيره فى الكتاب المذكور وغيره ، من أن العارف بالله أبا العباس الطنجى قال :

« ذهبت إلى الأستاذ أحمد الرفاعى لیسلكنى فقال لى : هل عرفت رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟؟ . اذهب إلى شيخك عبد الرحيم القناوى ليعرفك به ، ليصح لك السلوك . قال : فذهبت إليه فقال لى : اذهب إلى بيت المقدس يكشف لك عن ذلك .

فلما جئت بيت المقدس كشف لى الله تعالى عن بصرى ، فرأيت النبى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ملء السموات والأرض ،

والعرش والكرسى ، وملء سائر الأقطار والأكوان (١) .
ومن البراهين على ذلك : أن غالب الأولياء والعارفين
كانوا يجتمعون - غالباً - بسيد المرسلين يقظة ومناماً .
وكان العارف بالله تعالى خليفة بن موسى كثير
الاجتماع به ، واجتمع به في ليلة واحدة سبع عشرة مرة ،
وقال له :

« يا خليفة لا تملّ منا ، فقد مات كثير من الأولياء
بحسرة رؤيتنا » .

قلت : فكان الحاصل : أن الحجاب من قبلنا -
بموجب مساوينا ، لا من قبله ﷺ - ولهذا تجد العبد
متى فارق روحه نفسه ، ولو بالنوم وأغمض عينيه : يراه
إذا قسم الله تعالى له ذلك ، ومتى قتلها بقمعها وأماتها
بردعها : لم يبق بينه وبينه حجاب : لامناما ولا يقظة .

(١) وهذه القصة ذكرها الشيخ محيي الدين بن عربي في كتابه « روح
القدس » وهو مطبوع فراجع .
ومعنى « ملء السماوات والأرض » : أنه كلما التفت إلى مكان وجدته
فيه .

ولهذا كان شيخنا الشيخ نور الدين الشونى يجتمع عليه بالمحيا (١)، بالأزهر يقظة، وكان علامة اجتماعه قيامه فى المحيا، فيقوم الناس معه: تارة آخر الليل، وتارة نصفه، وتارة عند ابتداء القراءة فى المحيا بعد العشاء، فيستمر قائما إلى الصبح.

وكان يجتمع به فى خلوته بالسيوفية (٢) بباب الزهومة ليلا ونهارا: غالبا.

وكان السيد أبو العباس المرسى يقول:

«لو حجت عن رؤية النبى ﷺ طرفة عين ما عدت نفسى من المسلمين».

والأخبار فى هذا أكثر من أن تحصى، وأشهر من أن تستقصى اكتفينا بهذا عن قصد حصرها.

وفى كتاب الحافظ السيوطى المذكور وغيره بعض

(١) اسم لمجلسه الذى كان يعمل فى الصلاة على رسول الله ﷺ.

(٢) هى «جامع المطهر»: على يسرة الداخل إلى الصاغة من شارع السكة الجديدة (الموسكى) بالقاهرة.

أشياء من ذلك ، فراجعه : تَقَرَّبِهِ ، لأن جل القصد والغرض من هذا التصنيف : الجواب عن السؤال ، وقد حصل .

ومن البراهين على ذلك أن الأبدال من هذه الأمة إنما يسمَّى الواحد منهم بدلا ، لأنه يسافر ويترك بدله مكانه شخصا على صورته .

وقد اتفق لقضيب البان أنه ادَّعَى عليه بترك الصلاة ، فسأله القاضي : ماذا تقول؟؟

فانقسم سبع صور ، كل منها لا يشك شكاً أنه قضيب البان ، فقالت صورة من تلك الصور للقاضي وللمدعين : انظروا على أي صورة تدعون بترك الصلاة (١)

قلت : فإذا كان هذا للواحد من الأبدال ، أفلا يظهر من رسول الله ﷺ ألف ألف مثال .

(١) هذا وأمثاله يسلم به لمن أعطاه الله ذلك ، إذ هي هبة من الله تعالى لمن أراد من عباده ، والجسم الأدمي واحد ، والستة صور على مثال الجسم .

ومما يصح نقله : أن بعض مریدی سیدی تاج الدین
بن عطاء الله السکندری رضی الله عنه ، صاحب کتاب
«الحکم» وکتاب «التنویر» وغيرهما : حج سنة ، فما
وقف بموقف ، ولا حضر مشهداً إلا ورأى سیدی تاج
الدین فی ذلك الموطن ، وأنه متى همّ أن یکلمه یأتی
إلیه فلا یجده ، وأن المرید جاء إلى مصر وسأل عن
حال سیدی الشیخ ، فقیل له : إنه طیب ، فلما اجتمع
بالشیخ قال له - ، مکاشفة - رأیت کذا فی محل کذا ،
أو كما قال :

إلی غیر ذلك مما حکى .
ومن البراهین علی ذلك : أنه من الممكن المعقول
المشاهد فی رأى العین : أن یجعل الله تعالى نبیه سیدنا
محمداً ﷺ بمکان ، کماکان جعل فیه البدر ، فیراه الذی
فی أقصى المشرق ، كما یراه الذی فی أقصى المغرب ،
وهو فرد ، وضوءه ملاً الأكوان .

وکذلك عین الشمس والزهرة ، وبقية النجوم ، فإنه قد
استوی فی رؤیتها کل من کان علی وجه الأرض ، لأن
الله تعالى قد جعل لها مکانا یقتضی ذلك .

فلا بدع أن يكون قبر النبي ﷺ بطيبة كذلك .
 ولاغرو في أن يجعل الله تعالى شبحاً من نبينا بمنزلة
 غير طيبة (١) أيضا يرى منها ويشاهد كذلك ، ما لم يكن
 الرائي أعمى البصيرة ، فلا يرى شيئا ، ولا يؤمن بشيء ،
 كما أن أعمى البصر لا يرى الشمس ولا القمر ولا
 النجوم ، مع كونها بادية بارزة ظاهرة .
 ولهذا قلنا من نظمنا البديع شعرا لطيفا :

مثال النبي المصطفى في وجوده بسائر أرض الله في العجم والعرب
 على أنه في قبره طاب تربُّه بطيبة دامت منه في صلة القرب
 كبدر تعالى في السماء وضوؤه يعم جميع الكون في الشرق والغرب

• وقلنا :

انظر الى المختار كيف وجوده ملأ السما والأرض والأكوانا
 فتراه (٢) مثل البدر في كبد السما وضيائه ملأ الوجود عيانا

(١) طيبة : اسم من اسماء المدينة المنورة على صاحبها أفضل الصلاة
 والسلام .

(٢) في المخطوطة : « فتجدده » والتصحيح من المطبوعة والمعنى واحد .

ومن البراهين على ذلك : أنه يجوز، ويمكن،
وينعقل : أن يجعل الله تعالى العوالم العلوية والسفلية،
بين يدي النبي ﷺ كجعله تعالى الدنيا بين يدي
عزرائيل، فإن المَلَكَ الجليل عزرائيل سئل : كيف
تقبض رُوحَيَّ رجلين حضر أجلهما معا : أحدهما
في أقصى المشرق، والآخر في أقصى المغرب؟؟؟
فقال : إن الله تعالى قد زوى لى الدنيا بجميع أكوانها
فجعلها بين يدي كالقصة بين يدي الآكل، أتناول منها
ما شئت.

ومن البراهين على ذلك أيضا : أن أمر البرزخ لا
يقاس على غيره، ألا ترى لملكي السؤال، مع تناهي
عظمهما، في أضيق اللحود : من أين يأتيان؟؟ ومن أين
يذهبان؟؟ وكيف يسألان ميتين أو أمواتا في وقت
واحد، منهم من هو في أقصى المشرق، ومنهم من
هو في أقصى المغرب، وكيف يخرق بإصبعه في جانب
اللحد طاقة تنفذ إلى الجنة، وطاقة تنفذ إلى النار، مع
أن الجنة مع سدرة المنتهى^(١)، والنار تحت البحر
المالح (ليس المراد البحر الملح الذي نعرفه)

(١) لقوله تعالى - عند سدرة المنتهى . عندها جنة المأوى -

فكان الحاصل أن الله تعالى الرب الحكيم الرحيم
القادر العلي العظيم، في قدرته أن يعطي محمداً ﷺ
الذي أعطاه لملكي السؤال و ملك الموت، وفوق، إذ
هما دونه، لأنهما إنما يسألان عنه، وكان الجاحد
لذلك - بعد علمه بهذا المفاد - ضالاً كما ضلت
الفلاسفة حيث جعلوا في سرّة بعض المقبورين زئبقاً
ظانين أنه متى أقعد للسؤال في القبر سال الزئبق، ثم
نبشوا بعد ذلك عليه فوجدوا الزئبق لم يسئل.
ولهذا قلنا من نظمنا البديع: [مع خير الوري محمد
الشفيع (١)]:

إذا رمت فرداً جامعاً، فيه جمعت
عوالم خلق الله فضلاً من الله.
لقدر النبي المصطفى انظر وسل وقل
تجد ملء أبصار وسمع وأفواه.

ما أبصرت قط عين أو وعت أذن
أوفاه نطق بمدح أو أشيع ندا

(١) هكذا هي في المخطوطة ولا وجود لها في المطبوع. . . ولعلها [في
خير الوري محمد الشفيع].

كالمصطفى منظراً، أو ذكره خبراً
أو قدره منصبا، أو راحته ندا

إذا قدروا الأشياء تقدير أربع
وعشرين جزءاً، فالنبي وآله
[محمد منه ألف جزء مقوم
بسائر خلق الله جل جلاله (١)]

تقاصر فوق الفوق والأوج والعللا
ولم يبلغوا المعشار من قدر آدماء
فكيف بمن فاق النبيين رفعة
وأضحى سماء لا تناولها سماء

(١) هذا البيت غير مستقيم المعنى ، وكلمة « منه ألف » هي سبب
اختلال المعنى وهي موجودة في النسختين المخطوطة والمطبوعة ، ولكن
الوضع الصحيح له :

محمد منه وهو جزء مقوم ★ بسائر خلق الله جل جلاله .
والمعنى أنه واحداً من الخلق ، وهو يساوي الخلق جميعاً . والله تعالى
أعلم .

تقاصر مدح الناس عن مدح من علا .
على المدح : عبد الله ، وهو حبيبه
محمد المختار حتى كأنما
مديح جميع العالمين يعيبه (١)

لو لم يكن من جنسنا
من قدره رقى فوق الفلك
محمد ما فضلوا
جنس البشر على الملك

تفكر - فديتك - في عز من
رقا فوق ما وصفه يذكر
ولما أتى سدره المنتهى
تدلى له الررفرف الأخضر

(١) لأن جميع العالمين : لا يستطيعون توفية حقه ﷺ ، فلهذا كان
مديحهم له يعيبه بمعنى أنه أكمل واكبر مما يقولون ويعتقدون .
فمبلغ العلم فيه أنه بشر . . . وأنه خير خلق الله كلهم

فإن قال قائل : ما قدر الرفرف الأخضر؟؟ وهل كان
يَسَعُهُ وحده أولا ؟

فالجواب : أنه لما تدلى سد الأفق الأعلى .

وقد تحرّر - إن شاء الله تعالى - من هذه المقالات
والأجوبة والسؤالات : أنه صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ بجسده الشريف
وروحه : لا يخلو منه زمان ولا مكان ولا عصر ولا أوان .

وقد بلغنا عن الولي العارف سيدي عبد العزيز
الديريني : أنه لما نسبت إليه المشيخة يديرين ، ونازعه
فيها جماعة من الأشراف . اتفقت آراء أهل البلاد
والتلاد على موعد بعد صلاة الجمعة ، وأن السادة
الأشراف ينادون جدهم رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وأن سيدي عبد
العزيز يناديه أيضا ، وأن كل من أجابه النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كان
الحق له ، فاجتمع لذلك جماهير العلماء والناس .
فقال سيدي عبد العزيز للأشراف : تقدموا أنتم ونادوا ،
فتقدم واحد بعد واحد منهم ، كل منهم ينادي : يا جدي
يا رسول الله ، فلم يجب واحدا منهم ، فعند ذلك تقدم
العارف سيدي عبد العزيز فقال :

« يا سيدي يا رسول الله »

فسمع الناس قاطبة :

« لبيك يا عبد العزيز »

فقال جماعة: إن الصف الذي يلي سيدى
 عبد العزيز: سمع والصفوف التي خلفه: لم تسمع.
 فأعاد النداء، فعادت الإجابة (ثلاث مرات)
 فانظر الى اتصال النبي ﷺ بديرين مع أن جسده
 الشريف بطيبة في مقام أمين، تجده ﷺ ملاً الأكوان
 كلها بيقين.

واعلم أن آخر من اجتمعنا عليه من المشايخ
 العارفين من أصحاب التسليك الهادين المهديين:
 الشيخ نور الدين الشونى^(١) صاحب الحال النبوى

(١) نسبة الى «شونى» قال المرحوم على باشا مبارك فى كتابه «الخطط
 التوفيقية» قريتان بمصر إحداهما من مديرية المنوفية بقسم تلا، غربى
 ناحية الكرسية بنحو الف متر وبحرى ناحية «قشطوح» بنحو الف
 وخمسائة متر وبها جامع بدون منارة، ومعمل دجاج وزراعة أهلها كمعتاد
 الأرياف، والثانية من مديرية الغربية «ثم قال: «والىها ينسب الشيخ نور
 الدين الشونى» اهـ، توفى سنة ٩٤٤هـ، وأنشأ مجلس الصلاة على رسول
 الله ﷺ سنة ٨٩٧هـ فى مسجد الأزهر، وكان قد بدأ هذا المجلس بمسجد
 السيد البدوى بطنطا ثم جاء الى القاهرة وأقام بتربة السلطان برفوق
 بالصحراء، ثم أخذه السلطان «طومان باى» إلى تربته التى انشأها فأقام بها
 عدة سنين، ثم انتقل الى المدرسة السيوفية بالقاهرة، ولما مات عام ٩٤٤هـ
 دفن بالقبة المجاورة لمدرسة القادرية بخط بين السورين التى هى الآن
 مسجد العارف بالله الإمام الشيخ الشعرانى بباب الشعرية، ورحم الله
 الجميع.

والمدد المصطفوي الذي كانت الصلاة على النبي ﷺ دأبه ليلاً ونهاراً، حتى صارت له شعاراً ووثاراً، وكان هذا الرجل كثير الاجتماع بالنبي ﷺ يقظة ومناماً - كما قدمنا - ومثل ما أسلفنا - بحيث شاع ذلك عنه وذاع وملاً الأفواه والأسماع .

وقد نقلنا في عوالينا الصحيحة، ومسانيدنا الثابتة الرجيحة، كما هو ثابت عند الشيخين الإمامين : البخاري ومسلم، وعند أبي داود، من حديث أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : «من رآني في المنام فسيراني في اليقظة، ولا يتمثل الشيطان بي» (١)

= وهذا اللقاء دليل على أن هذه الرسالة ليست للشيخ «على نور الدين الحلبي» فإن الشيخ على نور الدين الحلبي ولد بعد وفاة الشيخ «نور الدين الشونى»، بواحد وثلاثين عاماً، وقد حررت ذلك في المقدمة فراجعها .

(١) ورواه أبو داود، والبيهقى، وفي رواية: «من رآني فقد رأى الحق، فإن الشيطان لا يتزايا بي» [رواه البيهقى، والإمام أحمد، والبخارى]

وفي رواية: «من رآني في المنام فقد رآني، إنه لا ينبغي للشيطان أن يتمثل في صورتي» [رواه الإمام أحمد، والإمام مسلم، وابن ماجه]

وفي رواية: «من رآني في المنام فقد رآني، فإن الشيطان لا يتمثل بي» [رواه الإمام أحمد و البخارى، والترمذى]

وروى الطبراني مثله من حديث مالك بن عبد الله الخثعمي، ومن حديث أبي بكر.

وروى الدارمي مثله من حديث أبي قتادة الأنصاري. ومعنى هذا الحديث التبشير بأن من فاز من أمته برؤيته في المنام لا بد له إن شاء الله تعالى أن يراه في اليقظة ولو قبل الموت بهنيهة، ويسلم - إن شاء الله تعالى - العبد في ذلك الوقت من المقت، إذ هو وقت الحاجة.

على أن جمهور الصلحاء من السلف والخلف: اجتمعوا به حقيقة يقظة، وسألوه عن أشياء من مصالحهم ومآربهم وعواقبهم فأجابهم عنها بأمور وحذرهم من أشياء، فجاء الأمر كما قال: سواء بسواء. وقد ذكر ذلك الجلال السيوطي في كتابه المذكور بعينه فراجعته تفز به.

وقد استقر الحال - إن شاء الله تعالى - على أن أرواح المؤمنين المأذونة تسرح وتمرح في الجنة والسموات وتأتي أقباء قبورها لزيارة أجسادها أحيانا، وتدنو من

= وفي رواية: «من رأى، فإنى أنا هو، فإنه ليس للشيطان أن يتمثل بى» [رواه الترمذي].

سمااء الدنيا تجاه قبورها ، وأن الميت المؤمن يعرف زائره
والمسلم عليه ويرد عليه متى تمكن وأذن له ، ولم يكن
مشغولاً فيه ، وأن تلك المعرفة تزداد من عشية يوم
الخميس وتستمر الزيارة لصبيحة يوم السبت ، وأن
الأولياء والأصفياء أزيد من عامة المؤمنين في ذلك ، وأن
العلماء العاملين ، والشهداء والصحابة والآل والقراية
أقوى زيادة وتخصيصاً ، وأن الأنبياء يسرون في الكون
بأشباحهم وأرواحهم ويحجون ويعتمرون متى أذن الله
لهم في ذلك ، كما كانوا أحياء ، وأن النبي ﷺ : ملاء
العوالم العلوية والسفلية ، لأنه أفضل عباد الله تعالى
وعباده ، وأن الكون كله بما حوى وما وعى : من
منظوراته بفضل ربه تبارك وتعالى .

فإن قيل : قد أجدتم في هذا الجواب غاية الإجابة ،
وأفدتم نهاية الإفادة ، لكن بقي عليكم سؤال موجه
يجب الجواب عنه لتتم فائدة هذا الكتاب إن شاء الله
تعالى ، وهو أنه : ورد السؤال في صحيح الأخبار : أن
الله تبارك وتعالى وكل ملكا بقبر النبي ﷺ يبلغه الصلاة
والسلام من المصلى والمسلم عليه ، وأنه ليلة الجمعة

ويومها يسمع ذلك بنفسه^(١)، ويرد بكل حال، فلو كان حاضراً في كل مكان أو موجوداً في كل زمان، أو رفع من قبره، لما احتاج الأمر إلى الملك؟؟.

فالجواب - إن شاء الله تعالى - أنكم قد علمتم من مفادنا في هذا الكتاب: أن القبر الشريف المنور، الكائن بطيبة الطيبة على صاحبه من الرحمن الرحيم أفضل الصلاة والسلام ليس خالياً عنه ﷺ، بل هو ممتلئ به، أسوة الكون العلوي والسفلي، وله زيادة تخصيص بحلوله ﷺ فيه ودفنه، وذلك الشأن أزيد من تلك الشئون كلها، وأقوى هيبة.

وحيثما نذ فلكل ملك قلعة ومحل كرسى لمملكته، وذلك المحل للنبي ﷺ هو طيبة الطيبة، والروضة المشرفة

(١) روى الطبراني وابن ماجه كما قال المنذرى رحمه الله عن ابى الدرداء : قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم : « أكثروا الصلاة علىّ يوم الجمعة فإنه يوم مشهود : تشهد الملائكة ، ليس من عبد يصلى علىّ إلا بلغنى صوته حيث كان .

قلنا : وبعد وفاتك

قال : وبعد وفاتي ، إن الله حرم على الأرض أن تاكل أجساد الأنبياء « [انظر كتاب : جلاء الأفهام فى الصلاة والسلام على خير الأنام] .

فإذن : محل الخدمة هو هناك
فالخدام والطواشية يخدمون ظاهراً
والملائكة الكرام يخدمون ظاهراً وباطناً .
وقد جعل الله وظيفة أداء خدمة التبليغ لذلك الملك
المسئول عنه على سبيل الاحترام والتوقير .
وإلا فالذى يقول بأن البعد فى المسافة حجاب بين
صلاتنا وبين سماع النبى ﷺ لها : يلزمه أن القبر
الشريف والشباك المعظم ونحو ذلك من الأشياء
الحسية : مانع من السماع له ﷺ ؟ ... وهذا لا يقول به
أحد .

فعلم أن ملازمة الملك ، إنما هى لأداء وظيفة
الخدمة ، ولدوام إقامة الناموس والحرمة ، ولإظهار مزية
ليلة الجمعة ويومها ، فيكون المعنى - إن شاء الله تعالى
- أنه يحدث للنبي ﷺ - فى تلك الليلة زيادة إدراك
ليهتم بشأنها .

وأيضاً ملازمة الملائكة والخدام هناك لئلا يتعطل
محل العهد بالجسم الشريف من الزيارة .
ولهذا ورد :

«من حج ولم يزرنى فقد جفانى» (١)
 ففیه إعلام وتصريح بأن الاجتماع بحضرة النبی ﷺ
 فی کل زمان ومکان لیس إلا لمن فاز من الله تعالى
 بخصوصیات المواهب وحاز جميع المناصب، وفاز
 بأعلا المراتب، وعمل عملا یصح أن یكون وسیلة إلى
 ذلك، كما وقع لشیخنا الشیخ نور الدین الشونى رحمة
 الله تبارک وتعالى علیه بسبب ملازمة الصلاة والسلام
 على النبی ﷺ بالغدو والأصال والعشی والإیکار، وأثناء
 اللیل وأطراف النهار بحيث اتخذه ذلك ورداً، وجعل
 ذلك حزباً، وكان لأیسلك إلا بها، لا بعدبة،
 ولا سجادة، ولا تلقین، إلى غیر ذلك.

ومن هذا القبیل: أن الملائكة تعرض أعمال الأمة
 على نبیها محمد ﷺ نبی الرحمة والشفاعة ﷺ فی کل
 یوم بكرة وعشیه، لیس ذلك لخفائها علیه، بل لإقامة
 أداء الخدفة، وإظهار العدل بإقامة الحجّة، بشهادة
 الملك أيضاً، وإلا فكفى بالنبی ﷺ شاهداً، وكفى بالله
 شهيداً رقیباً قریباً.

(١) رواه ابن عدی فی الكامل، وذكره أبو الحسن السدری قطنی فی
 «أحادیث مالک بن أنس» وذكره الحافظ السبکی فی کتابه «شفاء السقام»

ألا ترى أن الله تبارك وتعالى ، وعز وجل مع إحاطة علمه بالكليات الصادرة عن عباده والجزئيات ، نصب كراماً كاتبين ، وسفرة برة حافظين ، إلى غير ذلك من الأدلة العقلية والنقلية أيضاً - على ما ذكرناه - من أن النبي ﷺ حاضر ألبتة وأن الله تبارك وتعالى نصبه شاهداً على أعمال العباد: خيرها وشرها ، فقال تعالى - يا أيها النبي إنا أرسلناك شاهداً ومبشراً ونذيراً (١) والشاهد لا بد أن يكون حاضراً للمشهود عليه ، وناظراً للمشهود إليه .
 فعلم أنه مل كل عالم ، وحاضر في كل مكان .

فإن قيل : قد قال الله تعالى - فكيف إذا جئنا من كل أمة بشهيد (٢) - وقال تعالى - وكذلك جعلناكم أمة وسطا لتكونوا شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيداً (٣) الآية . فقد سوى بين النبي ﷺ وبين الأمة في معنى الشهادة ، وسوى بينه وبين الأنبياء في ذلك المعنى أيضاً .

(١) الأحزاب ، الآية : ٤٥

(٢) النساء ، الآية : ٤١

(٣) البقرة ، الآية : ١٤٣

فالجواب - إن شاء الله تعالى - أنه لا تسوية، لأنه في الآية الأولى قال - وجئنا بك على هؤلاء شهيداً - وقال في الآية الثانية - ويكون الرسول عليكم شهيداً وورد أن هذه الأمة تشهد على جميع الأمم، وتشهد لأنبيائها في التبليغ، ونبيها يزكيها، فلا مساواة به، ولا أحد في درجته.

وأما شهادة الأنبياء، فلا إشكال فيها، لأنهم موجودون بالأجسام في قيد الحياة بين أظهر أممهم، لأنهم شاهدون وحاضرون حسا ومعنى.

وأما شهادة هذه الأمة، فإنما هي من باب الشهادة على الشاهد، لأنها إنما تلت ذلك من القرآن العظيم الصادق الوارد على لسان النبي المصدق صلى الله عليه وسلم.

فتبين بهذا، وبأنه لما كان كل رسول إذا مات انتهت شريعته وأرسل رسول غيره، ولم يكن نبينا صلى الله عليه وسلم كذلك، بل شريعته مستمرة، ودعوته قائمة باقية إلى يوم القيامة، ومعها وبعدها، إذ لا نبي بعده: أن شهادته صلى الله عليه وسلم مستمرة بموجب حضوره في جميع العوالم، وامتلاء الكون والمكان والزمان به، فكان مثاله في هذا المعنى كما أسلفناه، وكما أشرنا كبدر في سماء علو الفضل،

ونحن كمشاة تحته سائرون في ضوء نوره، متى رفعنا
رءوسنا إليه، ونحن في شدة العذو أو المشى، والتانى،
أو جلسنا، أو نمنا، أو استيقظنا: نراه معنا فوق رءوسنا،
ولو مشينا إلى أقصى المشرق ومشى آخرون إلى أقصى
المغرب، وركب آخرون السفن في لجج البحار، وصعد
آخرون الجبل، وسلك آخرون القفار، كل ذلك. ونبههم
سيدنا محمد ﷺ حاضر معهم، كحضور البدر مع
هؤلاء كلهم.

وأیضا فمن الناس المقربين من اجتماعه بالنبي ﷺ
بمصر مثلا أقوى من اجتماع بعض الحجاج به عند
محل قبره، إذ من الناس من حضورهم كالغیبة، ومن
الناس من غیبتهم أحضر من الحضور، ألا ترى إلى
البحر الطامى أبى یزید البسطامى لما حج ثلاث مرات
لم یصر لمزید القرب أهلا، حتى غاب فى المرة الثانية
وفنى أصلا. ولهذا قال رضى الله عنه:

«حججت ثلاث مرات، فى المرة الأولى: «رأيت
البيت ولم أر رب البيت» وفى المرة الثانية: «رأيت رب
البيت، ولم أر البيت» وفى المرة الثالثة: «لم أر البيت
ولم أر رب البيت» انتهى.

قلت : فكان الحاصل من مقاله ومن اعتبار حاله :
 أن حجته الأولى من حج العوام في سائر الأعوام .
 وأن الثانية كانت بدايات مقامات الفناء ، ففنى عن رؤية
 كل محسوس ، فلم ير أحداً أحق بالوجود من الله
 تعالى . وهذا معنى قوله « رأيت رب البيت » وإلا فرب
 البيت لا يجوز أن يرى في الدنيا . وكانت نفسه في هذه
 الحجة موجودة معه ، يرى بها ويبصر بها .
 فلما حج الثالثة فنى حتى عن نفسه ، فلم يبق معه
 مرآة يرى بها شيئاً . ففنى في معنى قرب الحق تبارك
 وتعالى فناء كلياً : أشار إليه بقوله :

فيفنى ، ثم يفنى ، ثم يفنى . : فكان فناؤه عين البقاء .
 ففي مثل هذه الغيبة يحصل الحضور بأوفى من كيل
 الويبة (١) .

وقال سهل بن عبد الله التستري :
 «يا مسكين : كان ولم تكن ، ويكون ولا تكون ، فلما
 كنت الآن صرت تقول : أنا ، كن الآن كما لم تكن ، فإنه
 الأول كما كان» .

(١) الويبة : كيلتان ، والإردب : ست وبيات .

ومن الأدلة على أن الأنبياء يسيرون في الكون ما
رويناه في كتاب «الإعلام بحكم عيسى عليه الصلاة
والسلام» للجلال السيوطي أن النبي ﷺ كان يطوف
بالبیت حینا، فسلم على شيء في الهواء، فسئل عن
ذلك فقال: «رأيت أخي عيسى ابن مريم يطوف
بالبیت، فسلم علىّ وسلمت عليه» فاستقر الحال على
أن عيسى ﷺ - كما قال الحافظ الذهبي وغيره - نبي
ورسول وصحابي، وأنه أفضل الصحابة، ويليه في
الفضل أبو بكر الصديق، فعمرو، فعثمان، فعلي رضي
الله عنهم، على الترتيب المشهور. وأن الأنبياء
والمرسلين يسيرون في الكون لنفعهم ونفع العباد، وأن
النبي ﷺ ملأ العوالم العلوية والسفلية.

واعلم أيها المرید المسترشد: أن قول الحافظ جلال
الدين السيوطي - سقى الله عهده صيب الرحمة
والرضوان، وجمعني وإياه على سيد ولد عدنان - كما
أسلفنا انفا - «أن النبي ﷺ يسير في الكون» إلى آخره،
يدل بحروفه ومنطوقه ومفهومه على أن النبي ﷺ ملأ
الكون، لأنه لو لم يكن الأمر كذلك لزم منه أنه متى سار
يصير قبره خاليا منه، ويكون الزائر إنما يزور الضريح

فقط . وهذا لا يقوله أحد .

وأيضاً فإن قوله ﷺ :

«من رآني في المنام فسيراني في اليقظة» (١)

من أصرح صريح وأدل دليل وأقوى برهان، وأثبت حجة على ذلك، لأنه [لا يخلو الوجود من (٢)] راء له في المشرقين والمغربين، لانه - كما قدمنا - لا يصح أن يفسر باقتصاره على رؤيته في الآخرة، لأن سائر الأمم تراه يومئذ، سواء في ذلك من راه في الدنيا ومن لم يره، وبالجملة والتفصيل . فهو ﷺ موجود بين أظهرنا : حسا، ومعنى وجسما، وروحا، وسرا، وبرهانا .
فإن قال قائل : معنى قول الجلال السيوطي : إن النبي ﷺ يسير في الكون : أنه يتجرد من شبحة - كما أفدتم وأفيتتم - والجسم الشريف مقيم في القبر المنور؟؟؟ .

قلنا : الجواب - إن شاء الله تعالى - أن هذا المعنى - وإن كان صحيحاً في حد ذاته - كما أفدناه آنفاً - لكن

(١) رواء البيهقي، وأبو داود.

(٢) ما بين المعقوفين لا يتم المعنى الابهاء، ويقتضيها السياق، والذي في المطبوعة «لأنه شامل لكل من راه في المشرقين والمغربين» الخ.

قد لا ينهض لأن يفسر به كلام الجلال السيوطي ، لأنه
رحمة الله تعالى عليه إنما مقصوده في الحقيقة تمييز
نبينا محمد ﷺ عن سائر الأنبياء والمرسلين في ذلك
المعنى بخصوصه ، ولا يتم له مقصوده في ذلك المعنى
إلا بالتفسير الذي فسرناه ، وهو الحق - إن شاء الله تعالى
- لا فجميع الأنبياء مشاركون له في الشكل ، والمثال ،
والتطور ، وتعدد الأشباح ، بل الأبدال - كما قدمنا -
يفعلون في حياتهم ذلك وفي موتهم ، بل وخاصة
المؤمنين ، بل وعامتهم الذين لم يشغلهم عن ذلك
شاغل من موبقات الذنوب وعظائم الكروب ومدلهجات
الخطوب .

ألا ترى إلى ما نقله ابن القيم وغيره من أن صالحاً
المرى^(١) وغيره تخلف عن حضور الجمعة ، فلما جاء
مستدركا^(٢) رأى بعض الأرواح قد تشكلت وجلست
على ظاهر قبورها ، وأنهم قالوا له أبطأت عن الجمعة ،
فقال لهم : أتعرفون الجمعة .
قالوا : نعم ، ونعرف ما يقول الطير في جو السماء .

(١) هو من شيوخ عبد الله بن المبارك رحمهما الله تعالى .

(٢) بالمخطوط « فلما جاء القيم » والتصحيح من المطبوعة .

قال : فما يقول؟؟ .

قالوا : «يقول : سلام ، يوم صالح» .

وفى هذا الباب من هذا القبيل ما لا يكاد ينحصر ،
بحيث قالوا : إن الأموات قد يعلمون بالشيء قبل حدوثه
فى عالم الملك . وقبل اتصاله بالأحياء .

ونقلوا أن المتوكل على الله — الخليفة العباسى —

[عامله الله بعدله ، حيث كان يبغض الإمام الأكبر على

بن أبى طالب رضى الله تعالى عنه وكرم الله

وجهه ، ويكره أولاده^(١)] — لما قتله مماليكه وهو جالس

على السراب^(٢) بسبب موالسة^(٣) ولده عليه ، رآه الولد

فى النوم ، فقال له : أتقلنى لأجل الخلافة ، والله لا تقيم

فيها ، ولا تبقى فيها ، وستجزى فى الآخرة»

فقام مرعوبا من نومه ، وأخبر بما رأى ، فلم يمكث

إلا مدة يسيرة جدا ، ولحق بمهمات أبيه . إلى غير

ذلك .

ومما حكى — أيضا — فى هذا المعنى ، [ما] فى كتاب

(١) ما بين المعقوفين ليس فى المطبوعة .

(٢) مكان التبرز .

(٣) الموالسة : المشاركة فى الخيانة والخديعة .

الروح (١) منه الشيء الكثير عن الجرم الغفير، والجمهور الكثير.

فتلخص: أن معنى كلام الحافظ السيوطي إنما أراد منه كون النبي ﷺ ملاً العوالم العلوية والسفلية بأهبة وقابلية وأهلية جعلها الله تعالى له، وأسكنها عزوجل في جسمه الشريف، معنى من معاني الملائكية صلاة الله وسلامه عليه وعليهم أجمعين، فكان يخالط الملك، كجبريل، وإسرافيل: الذين هما رؤساء الملائكة، لأن إسرافيل تردد لخدمته ثلاث سنين قبل سيدنا جبريل وغيره كما حكاه الحافظ ابن حجر في مقدمة «فتح الباري» وغيره.

وقد ظهر معنى كلام الحافظ السيوطي ظهوراً كافياً شافياً.

والله تبارك وتعالى أعلم بالصواب.
جمعنا الله تعالى والمسلمين، ومن شاء من الموحدين، على النبي الحبيب الخليل، الجليل، المصطفى، نبي الرحمة والشفاعة، أفضل من سعى

(١) لابن القيم رحمه الله تعالى.

بين الصفا والمروة، وبوأنا بجواره في الجنان غرفا،
وحشرنا مع آله وأصحابه السادة الخلفاء الحنفا،
خصوصا الإمامين القمريين، والأئمة الأربعة: أبا بكر
وعمر، وعثمان وعلياً رضي الله تعالى عنهم أجمعين.

والحمد لله رب العالمين.

أمين

تمت على يد كاتبه الحقير الفقير: حسين بن محمد

الشافعي

غفر الله له، ولمن قرأ فيه، ولمن تسبب في كتابته، آمين

سبحان ربك رب العزة عما يصفون

وسلام على المرسلين

والحمد لله رب العالمين.

رقم الإيداع

١٩٩٢ / ٧١٤٢

ترقيم دولي: I.S.B.N

977 - 5259 - 06 - 1

حضور
صلى الله
عليه وآله
وسلم

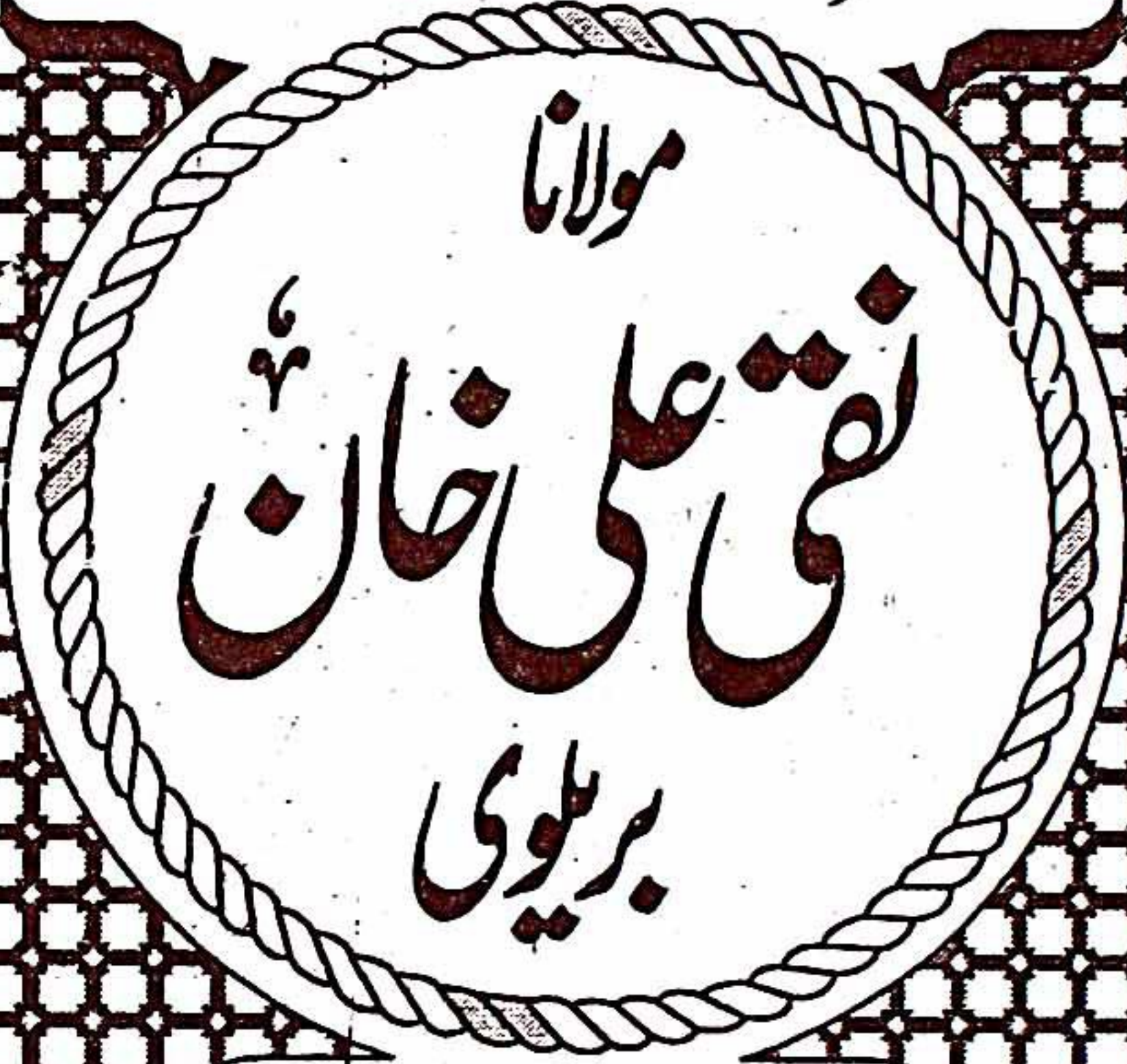
رضاعی مائیں اور رضاعی بہنیں

تالیف

مفتی محمد نوح قادری

عالمی دعوت اسلامیہ پنجاب

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے والد گرامی



محمد شہاب الدین رضوی

عالمی دعوتِ اسلامیہ

1۔ فصیح روڈ اسلامیہ پارک لاہور فون: 7594003

كَيْبُ الْقَائِمِ فِي الْبَيْتِ الْكَبِيرِ

(اردو مع عربی)

کیا بلند آواز ذکر ممنوع ہے؟

تصنیف

علامہ محمد عبدالحی لکھنوی المتوفی
۱۳۰۲ھ

ترجمہ

پروفیسر سید محمد ذاکر حسین سیالوی

رسالة في اثبات وجود النبي في كل مكان

ہر مکان کا اجداد ہماری

ترجمہ
مفتی محمد خان قادری

تصنیف
امام حسین بن محمد شافعی الممتونی ۹۶۶ھ

جامعہ اسلامیہ لاہور

1- فصیح روڈ اسلامیہ پارک لاہور فون: 7594003